www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ

المرشد

لاھور

دسمبر
2002ء

اللہ
رسول
محمد

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

امریکی پالیسیوں کے خلاف عوامی ردعمل

پاکستان اور ترکی کے انتخابات میں دینی جماعتوں کی کامیابی

www.naqshbandiaowaisiah.com

الْمُرشد

ماہنامہ لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین — نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

دسمبر 2002ء (رمضان/شوال 1423ھ)

جلد نمبر 24 ✷ شمارہ نمبر 5

مدیر —— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✷ سرفراز حسین

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹرڈیزائننگ اینڈ کمپوزنگ: رانا شوکت حیات

قیمت فی شمارہ 25 روپے

CPL No. 3

اس شمارے میں

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
-1	اداریہ۔	محمد اسلم	3
-2	ایمل کاسی	امیر محمد اکرم اعوان	4
-3	نوشتہءدیوار	امیر محمد اکرم اعوان	5
-4	جارج بش۔خادم اسلام	امیر محمد اکرم اعوان	6
-5	میرے عزیز ہم وطنو!	امیر محمد اکرم اعوان	7
-6	سیاست، وراثت اور خدشات	امیر محمد اکرم اعوان	8
-7	برکاتِ رمضان	امیر محمد اکرم اعوان	10
-8	شیطانی طائفوں کا توڑ	امیر محمد اکرم اعوان	18
-9	متحدہ مجلس عمل کے کرنے کے کام	امیر محمد اکرم اعوان	25
-10	من الظلمت الی النور	[illegible]	34
-11	نماز	آسیہ اعوان	38
-12	حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنیؒ	ابوالاحمدین	43
-13	بہبود آبادی یا اسلام دشمنی	خباب احمد خان	49
-14	انتخابات 2002ء	حافظ عبدالرزاق	53
-15	پستیاں اور بلندیاں	جاوید چوہدری	54
-16	لائلٹی	اے ایس قریشی	63
-17	مراسلات	قارئین	64

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت،سری لنکا،بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ۔یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ	150 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فاراِیسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق — انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد' اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ' پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد۔فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk — E.Mail : info@alikhwan.org.pk

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور۔فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ: مسلمانوں میں بیداری کی لہر

11 ستمبر 2001ء کے حادثہ کے بعد مغربی دنیا میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا ایک نیا دور شروع ہوا اور مسلمانوں کو مذہبی جنونی، انتہا پسند، بنیاد پرست اور دہشت گرد قرار دیا جانے لگا۔ خاص طور پر جو مسلمان مغربی ممالک میں رہ رہے تھے انہیں مشکوک نظروں سے اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ حتیٰ کہ جو مسلمان سفر کی غرض سے ان ممالک کے ہوائی اڈوں پر جاتے تھے ان کی سخت چیکنگ ہوتی اور ان سے بلا جواز پوچھ گچھ کی جاتی۔ مغربی ممالک کے ان اقدام کے ری ایکشن کے باعث دنیا بھر کے مسلمانوں میں بیداری کی ایک نئی لہر دوڑ گئی اور وہ لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے جو پہلے مغرب کی زیادہ سے زیادہ نقالی کر کے ان جیسا بننے کا سوچتے تھے۔ انہیں بھی یہ احساس ہوا کہ وہ مغرب کی جتنی بھی تقلید کر لیں، اہل مغرب انہیں مسلمان ہی سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ظلم کرتے ہوئے مغربی ممالک انہیں کسی قسم کی رعایت دینے کو تیار نہیں۔

مغرب کے ان رویوں کی وجہ سے مسلمانوں کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ وہ بیدار ہونا شروع ہو گئے۔ یوں امریکی صدر اور ان کے ہمنواؤں نے وہ کام کر دکھایا جو مختلف دینی جماعتوں سے گزشتہ پچاس، ساٹھ برسوں سے نہ ہو پایا تھا۔ اسی تناظر میں تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نے اپنے کالم میں اظہار خیال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "جارج ڈبلیو بش نے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے بہت محنت کی ہے، جس کے اثرات اب اسلامی دنیا میں بیداری کی صورت میں سامنے آ رہے ہیں۔ ترکی جیسے ملک میں جہاں ایک عرصہ سے مغربی تہذیب کا غلبہ تھا، اب اسلامی پارٹی اکثریت سے کامیاب ہوئی ہے۔ اس سے قبل پاکستان کے انتخابات میں دینی جماعتوں کا اتحاد متحدہ مجلس عمل ایک بڑی قوت بن کا ابھرا۔ مستقبل میں نظر یوں آتا ہے کہ یہ رجحان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔"

امیر محمد اکرم اعوان نے بجا طور پر فرمایا کہ امریکی پالیسیوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں بیداری کا جو رجحان سامنے آیا ہے وہ مستقبل میں بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ترکی میں اسلام پسند جماعتوں کو ایک عرصہ سے دبایا جا رہا تھا اور ایک سازش کے تحت اسلامی تہذیب کو کچلا جا رہا تھا۔ مگر اب حالیہ انتخابات میں ترکی کے مسلمانوں نے جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی کو واضح اکثریت سے کامیاب کروا کے ثابت کر دیا ہے کہ امریکہ کی طرف سے دنیا بھر میں مسلمانوں کو الگ تھلگ کر کے ان پر ظلم کا سلسلہ روا رکھنا انہیں قبول نہیں۔ گزشتہ برس افغانستان پر امریکی مظالم کے بعد یہاں پاکستان میں بھی امریکہ کے خلاف نفرت کا رجحان بڑھا۔ اسی کے نتیجہ میں پاکستان کے حالیہ الیکشن میں متحدہ مجلس عمل ایک بڑی قوت بن کر ابھری ہے۔ اب پاکستان اور ترکی کی طرح دوسرے مسلم ممالک میں بھی مسلمان مغربی پالیسیوں کے خلاف متحد ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ بہت جلد مراکش سے انڈونیشیا تک مسلمان امریکی اور اہل مغرب کے مقابل بھرپور قوت بن کر ابھریں گے۔

Hu— aam

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایمل کاسی

محمد اکرم اعوان۔ امیر تنظیم الاخوان

ایمل کاسی امریکی انصاف کی نذر ہوا۔ زمین ایک دہشت گرد کے بوجھ سے پاک ہوگئی۔ امریکہ نے ایک دشمن اور کم کر دیا۔ اب امریکہ کے سکون میں اضافہ ہو جائے گا۔ امریکہ پہلے بھی بڑا پر سکون ملک ہے، ویسے کبھی کبھی کوئی امریکی ترنگ میں آ کر کچھ امریکیوں پر گولی چلا دیتا ہے۔ ایسی خبریں بھی اکثر آتی ہیں کہ سکول کے بچے نے گن لے کر اتنے بچوں کو مار دیا۔ وہاں انصاف کا تقاضا کچھ اور ہو جاتا ہے، طبی معائنے ہوتے ہیں، عدالتوں میں وکلاء کی بحث ہوتی ہے اور سبب تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آخر ایک آدمی نے ایسے لوگوں کو کیوں قتل کیا، جن کو وہ جانتا تک نہ تھا، کوئی لین دین یا جھگڑا نہ تھا۔ پھر آخر کیا وجہ تھی اور اکثر اوقات ایسے افراد کے علاج کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ گرچہ قید کی سزا بھی دی جائے تو علاج معالجہ جاری رہتا ہے۔ غالباً وہ اسباب بھی تلاش کئے جاتے ہوں گے، جنہوں نے ایک بے ضرر انسان کو قاتل بنا دیا اور ممکن حد تک ازالہ بھی کیا جاتا ہوگا۔

ایسا ہی ایک عام سا انسان، ایک سادہ نوجوان ایمل کاسی تھا۔ نہ کسی مدرسے میں گیا، نہ جہادی تربیت لی۔ وہ تو شاید زندگی کی آسانیاں ڈھونڈنے امریکہ چلا گیا، تو وہاں کس بات نے اسے قاتل بنا دیا؟ نوجوانی میں زندگی کو اجل کی راہوں پر کیوں ڈال دیا؟ اس بات کو امریکی عدالت میں کیوں زیر بحث نہ لایا گیا؟ آخر ایک آسودہ حال نوجوان سی آئی اے بلڈنگ کے سامنے اس کے اہلکاروں کو گولی کا نشانہ بناتا ہے، تو کیوں؟ موت سے قبل اللہ کے اس بندے نے وجہ خود بیان کر دی کہ مسلمانان عالم کا قتل عام اس کے شیشہ دل کو چور چور کر گیا۔ لہٰذا اس نے احتجاج کے لئے ایک ایسا طریقہ چنا، جو خود اس کی زندگی کے لئے خطرہ ضرور تھا، مگر شاید یہ بات ضرور واضح کرتا ہے کہ امریکہ نا قابل شکست نہیں ہے، گولی اس کے تربیت یافتہ اور مضبوط لوگوں پر اثر کرتی ہے۔

کمال کی بات یہ ہے کہ امریکہ سے نکل کر اپنے وطن واپس پہنچ گیا۔ یعنی اپنے گھر پاکستان ایک حصار کے اندر جہاں اس کے خیال کے مطابق اسے ہر طرح کی حفاظت حاصل ہوگی۔ آخر گھر تو گھر ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ طالبان کے پاس چلا گیا، پھر پردیس؟ نہیں تب وہ کسی بھی مسلمان کے لئے پردیس نہ تھا اور نہ اب ہے۔ جتنا عرصہ وہاں گزارا اللہ کی حفاظت نصیب رہی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ جب وہ اسلامی ریاست حق کے جرم میں امریکی آتش و آہن کی زمین تھی، ایمل کاسی بھی شہید ہو جاتا اور امریکہ تلاش ہی کرتا رہ جاتا۔ لیکن شاید قدرت کو ابھی اس کی مزید سرفرازی منظور تھی۔ وہ افغانستان سے پھر گھر آ گیا۔ گھر، جو ہمارا اپنا ہے، مگر اتنا بھی اپنا نہیں کہ ہمیں پناہ دے سکے۔ یہ ''مزارعوں'' کا گھر لگتا ہے، جو ہے تو ان کا مگر اس پر حکم ''جاگیردار'' کا چلتا ہے۔ اور امریکہ اس وقت کا عالمی جاگیردار ہے۔ پھر یہاں لوگوں کو صرف امریکی دست بوسی پر ہی فخر نہیں، بلکہ امریکی ڈالر سے بھی عشق ہے۔ چنانچہ گھر کے محافظوں نے اس گھر کا ایک لخت جگر بیچ کھایا اور ''جاگیردار'' سے شاباش کے ساتھ گڑ بھی کھانے کو مل گیا۔

اب اس وقت کے صدر فرماتے

(بقیہ صفحہ 9 پر)

www.naqshbandiaowaisiah.com

نوشتۂ دیوار

محمد اکرم اعوان' امیر تنظیم الاخوان

نوشتۂ دیوار عجیب شے لگتا ہے کہ لکھا تو ہر دیوار پر ہوتا ہے' مگر نظر نہیں آتا' اس کی گونج فضاؤں میں مسلسل تیرتی رہتی ہے' مگر سنائی نہیں دیتی۔ اور ایسا نہیں کہ ہر ایک کو نظر نہیں آتا یا ہر ایک کو سنائی نہیں دیتی' یہ صرف اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے لئے لکھا جاتا ہے اور صرف اسے سنائی نہیں دیتا جس کی خاطر اس کی آواز گونجتی ہے۔ یہ مسئلہ نفسیات کا لگتا ہے' چونکہ یہ اس کی پسند کے مطابق نہیں ہوتا تو وہ اسے پڑھنا نہیں چاہتا اور نہ ہی سننا چاہتا ہے۔ بلکہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے بلی کے وجود کی نفی کرتا ہے اور پھر اس کے نتائج سامنے آجاتے ہیں۔

انتخابات کے بعد ملکی صورتحال کچھ ایسی ہی بن گئی ہے کہ متعدد حضرات وزارت عظمٰی کے طالب ہیں اور پوری شدت طلب کا اظہار فرما رہے ہیں' لیکن یہ سوچنا گوارا نہیں فرماتے کہ ان کی وزارت عظمٰی مقدم ہے یا ملکی امن وامان' عدل وانصاف۔ اگر معاشرے کو مزید ابتری میں دھکیل کر کوئی وزیراعظم بن بھی گیا تو حکومت تو چلنے سے رہی۔ ہاں یہ فائدہ ضرور حاصل کر لے گا کہ اسکے اعزا اسکے بعد قبر پر سابقہ وزیراعظم کی تختی لگا سکیں گے اور یہ اتنا بڑا منافع نہیں کہ اس پر قومی اور ملکی مفادات کا سودا کیا جا سکے۔

یہ پہلے انتخابات نہیں' جن میں اسمبلی بننے سے پہلے ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں عوام کے انبوہ نے نام نہاد منتخب نمائندوں کا داخلہ روک دیا تھا اور وہ طوفان اٹھا تھا کہ اس عہد کی مضبوط کرسی خس وخوشاک کی طرح بہہ گئی تھی۔ شاید ہم پھر یہ تجربہ دہرانے جا رہے ہیں۔ یہ نوشتۂ دیوار صرف نو منتخب ممبران ہی کے لئے نہیں' بلکہ دہرا لکھا ہوا ہے اور دوسری طرف حکومت کی تقدیر کا فیصلہ نظر آرہا ہے۔ ارکان اسمبلی جب تک قومی مفادات کے لئے ذاتی مفادات کی قربانی نہ دیں گے' بات بن نہ پائے گی اور اگر ایسا کریں گے تو نہ صرف حکومت بن سکتی ہے' بلکہ دنیا کو چلا کر دکھائی جا سکتی ہے۔ امن عامہ کو سنبھالا دے کر عدل کی فراہمی اور جان ومال اور آبرو کا تحفظ دے کر آنے والی حکومت کے لئے راہ عمل کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو دیا ہونے کو روکا جا سکے گا؟

حکومت کو بھی یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ سب کچھ امریکہ نہیں ہے۔ ایک اور طاقت ہے' جو اس جہان کی خالق بھی ہے' مالک بھی اور بندوں کو آزماتی ضرور ہے۔ مگر فیصلے اپنے نافذ کرتی ہے۔ کبھی صرف روس ہی سب کچھ ہوا کرتا تھا' مگر پھر وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اب امریکہ سب کچھ ہے کہ روس' ہٹلر' سٹالن اور ہلاکو' چنگیز خان سب کو پیچھے چھوڑ کر اللہ کی زمین پر اپنی خدائی منوانے کیلئے مظالم کی حدود پھلانگ چکا ہے۔ مگر بے یقینی ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اپنے سے پہلوں کی طرح امریکہ بھی صرف میں رہ جائے گا۔ لہذا حکومت کا اندھا اعتماد جو امریکہ بہادر پر ہے' ذرا اس کے سحر سے نکل کر دیکھے تو دیوار کی دوسری طرف اس کیلئے بھی پیغام درج ہے ''آج میری کل تمہاری باری ہے''۔

اگر یہ اسمبلی نہ بن سکی یا چل نہ سکی تو یقیناً اسکے ساتھ حکومت کا چلنا بھی ممکن نہ ہوگا اور بقول جنرل (ر) حمید گل صاحب نرم انقلاب تو آچکا ہے' اب آنیوالا گرم انقلاب ہی ہو سکتا ہے کہ ''برادر خورد رفت وبرادر بزرگ آمد''۔ عجیب بات کہ دیوار کے دونوں طرف جلی حروف میں لکھا ہوا حکومت اور ممبران دونوں ہی نہیں دیکھ پا رہے۔

بشکریہ خبریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

جارج بش۔ خادمِ اسلام

محمد اکرم اعوان' امیر تنظیم الاخوان

جارج ڈبلیو بش نے مسلمانوں کو بیدار کرنے کیلئے بہت محنت کی ہے' جس کے اثرات اب اسلامی دنیا میں بیداری کی صورت میں سامنے آ رہے ہیں۔ کہ ترکی جیسے ملک میں جہاں ایک عرصہ سے مغربی تہذیب کا غلبہ تھا' اب اسلامی پارٹی اکثریت سے کامیاب ہوئی ہے اور نظریوں آتا ہے کہ یہ رجحان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

ابتدا پاکستان میں متحدہ مجلس عمل کی کامیابی سے ہوئی' جو گزشتہ چند روز سے بہت خوبصورت انداز سے اپنے موقف پر ڈٹ گئی ہے اور آئین کی بحالی سمیت تمام امور کو ان کی درست سمت دینے کیلئے پورے عزم واستقلال سے ایستادہ ہے۔ صورتحال بھی بہت موافق اور امید افزاء بن رہی ہے۔ گرچہ امور پر نتائج تو ان کے انجام سے حاصل ہوتے ہیں اور آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

زندگی کی ڈوری عام آدمی کے ہاتھ سے چھوٹتی جا رہی ہے۔ انصاف کے نام پر غریب سے مذاق ہو رہا ہے۔ جب ملکی امور کساد بازاری کا شکار ہیں تو عام آدمی ایک پیداواری یونٹ بن گیا ہے کہ جہاں ضرورت پڑے تیل مہنگا کر دو۔ مگر یہ چھوٹا سا جملہ غریب کے منہ سے نوالہ چھین لیتا ہے عدلیہ بے بس اور بے اختیار نظر آتی ہے کہ پی سی او نے ہر جج کا گلا دبا رکھا ہے اور برادر خورد ایل ایف او اس سے بھی زیادہ ''دادا گیری'' کا مزاج رکھتا ہے۔

اگر ساری صورتحال کو ''جیسی اور جہاں ہے'' کی طرح قبول کیا جائے تو کم از کم یہ ایم ایم اے کو زیب نہیں دیتا کہ جن کے انتخابی نشان کتاب کو عام آدمی نے کتاب اللہ سمجھ کر ووٹ دیا ہے' کتاب اللہ انصاف ہدایت اور رحمت کا سمبل ہے کہ جہاں اس کی بات آتی ہے' سامنے عدل اور مساوات کی تصور بن جاتی ہے۔

یہ درست کہ حالات کے تھپیڑے بھی بعض اوقات ادھر بہالے جاتے ہیں' جدھر کا قصد نہیں ہوتا۔ مگر جو قدم اپنی زمین پر مضبوطی سے جمے ہوں' وہ ٹوٹ جانا تو پسند کر لیتے ہیں' سمجھوتے کر کے اپنی جگہ تبدیل نہیں کرتے۔ چند روز تیز ہواؤں سے لرزنے والی قیادت اب سنبھل گئی ہے اور امید ہے اپنے واضح موقف کی پاسداری بہر حال کرے گی کہ اسی میں اس کی بقا اور مستقبل ہے اور یہی عام آدمی کی آرزو ہے۔

یہاں ایک قومی مزاج بن چکا ہے کہ صرف فوجی حکومت پائیدار ہوتی ہے اور نہ صرف اپنا عرصہ پورا کرتی ہے' بلکہ دو' دو ٹرم کا عرصہ ایک بار میں لے جاتی ہے۔ مگر سول حکومت جب بھی آتی ہے' آدھا عرصہ پورا کرنے سے پہلے جا چکی ہوتی ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ حزب اختلاف حالات کو سنبھالا دینے کے بجائے برسر اقتدار پارٹی کی حکومت گرانے میں لگ جاتی ہے' حالانکہ اگر مثبت انداز میں حزب اختلاف کا کردار بھی ادا کیا جائے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

آنے والی حکومت ایم ایم اے کی بنے یا انہیں حزب اختلاف میں بیٹھنا پڑے' عام آدمی کی امید یہی ہے کہ یہ لوگ اس کے دکھوں کا مداوا کریں گے۔ معیشت کو راہ راست پر لائیں گے کہ آسمانوں سے برسنے والی روزی اونچی شاخوں پر ہی نہ اٹک جائے' بلکہ زمین پر کھڑے ہوئے غریب تک بھی پہنچے۔ اس کا بچہ بھی علم حاصل کر سکے۔ اس کے بوڑھے باپ کو بھی دوا نصیب ہو اور اسے یقین آ جائے کہ وہ اپنے ملک میں ہے' اپنی زمین پر ہے' ورنہ حالات نے اسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کہیں وہ غلط جگہ پر تو نہیں آ گیا' جہاں کسی کو اس کی فکر ہے نہ احساس۔ ایک طرف تو بے حسی کا یہ عالم ہے کہ غریب کے جملہ مسائل پر کسی کی توجہ نہیں اور دوسری طرف تمام مراعات کا حقدار صرف اور صرف ان لوگوں کو سمجھا جاتا ہے' جو پہلے سے ہی خوشحال ہوں۔ جب بات نفاذ اسلام کی آتی ہے تو اس کی بنیاد یہی ہے کہ ملک اپنے ہر باسی کو اپنا گھر لگے اور حکومت اسے اپنی حکومت محسوس ہو۔ ایم ایم اے کا آج کا موقف اسی منزل کی طرف ہے اور نتیجے کیلئے عمل کی تکمیل کا انتظار کرنا ہوگا۔ نیک خواہشات اور بھلی امیدوں کے ساتھ۔

بشکریہ خبریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

میرے عزیز ہم وطنو!

محمد اکرم اعوان' امیر تنظیم الاخوان

10 اکتوبر والے الیکشن سے ابھی تک حکومت کی کوئی واضح صورت سامنے نہیں آ سکی۔ ایک بھاگ دوڑ ہے یا چالیں چلی جا رہی ہیں۔ بہرحال ''اس طرح تو ہوتا ہے' اس طرح کے کاموں میں۔'' عام آدمی مایوس سا ہو رہا ہے اور اہل دانش مذاکروں اور ٹیلی ویژن کے دوسرے پروگراموں کے حوالے سے اسے امیدیں دلا رہے ہیں۔ اس مکدر فضا میں کچھ ایسی باتیں بھی سننا پڑ رہی ہیں' جن کو نہ سننا ہی بہتر تھا۔ مگر کل لاہور کے ایک باخبر دوست نے ایک ایسی بات کہی' گویا ایک گولا داغ دیا۔ فرمانے لگے کہ مجلس عمل کی کامیابی پر سارے اخراجات تو امریکہ نے اٹھائے اور ان کو جتوانا اسی کی کرامت ہے۔ کاش! یہ بات نہ سنی ہوتی۔ حیرت بھی ہوئی' ڈر بھی لگا مگر میں خاموش رہا۔ میرے پاس نہ تردید کیلئے کچھ تھا اور نہ تائید کے لئے! تائید کو تو خیر دل ہی نہیں مان رہا تھا۔

آج کراچی آنا پڑا۔ اخبار دیکھا ''پاکستان'' میں جلی حروف میں سرخی لگی ہوئی تھی ''اگر ہمارے اقتدار کا راستہ روکا گیا تو حالات بنگلہ دیش جیسے ہو سکتے ہیں'' (مفہوم یہی تھا' الفاظ شاید کچھ بدل گئے ہوں)۔ تو مجھے لگا بات تو نیو ورلڈ آرڈر کی ہے اور محترم فضل الرحمن صاحب کے لب پر کیسے آ گئی۔ اگر مولانا سنجیدہ ہیں تو یہ بات غضب الرحمن کی ہے' اس میں فضل کی کوئی بات نہیں۔ اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کل جس باخبر نے بات کی تھی وہ کتنا ''باخبر'' تھا۔

میں بڑے احترام سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ پاکستان کے وجود کا دشمن کوئی صاحب بہادر ہو یا مولوی' اللہ کی زمین اسے پناہ نہ دے گی۔

مولانا کو میرا مشورہ ہے کہ بنگلہ دیش

> **بنگلہ بندھو کی لاش گھر کی سیڑھیوں پر گولیوں سے چھلنی پائی گئی اور سوائے ایک بیٹی کے جو ملک سے باہر تھی' سارا خاندان ختم ہو گیا**

بنانے والوں کا انجام ضرور دیکھ لیں۔ اس کے بنیادی کردار تین تھے' جو دانستہ یا نادانستہ اس میں شامل تھے۔ آنجہانی اندرا گاندھی' شیخ مجیب الرحمن اور ذوالفقار علی بھٹو! کون کتنا گناہگار تھا' اللہ جانے مگر تینوں کا انجام اک بار ضرور دیکھ لیجئے۔ بنگلہ بندھو کی لاش گھر کی سیڑھیوں پر گولیوں سے چھلنی پائی گئی اور سوائے ایک بیٹی کے' جو ملک سے باہر تھی' سارا خاندان ختم ہو گیا۔ اندرا گاندھی کے سینے سے محافظوں کی گولیاں نکل گئیں اور پھر خاندان بھی ختم ہو گیا۔ بھٹو صاحب کو عام اخلاقی مجرموں کی طرح اور پیشہ ور قاتلوں کی طرح پھانسی پر جھولنا پڑا اور شومیء قسمت دیکھئے کہ خاندان بھی ایک بیٹی کے سوا ختم ہو گیا۔ جو لکھتی بھٹو ہے' مگر ہے زرداری! پھر نئے لوگ آئیں گے کون ہو گا اور کہاں اور کیسے ہو گا' کون جانے؟

مجلس عمل سے بہت سی امید لگ گئی تھی کہ بنگلہ دیش جسے کافروں کی سازش نے الگ سرحد تو دیدی' مگر ہمارے دلوں سے دور نہ ہو سکا کہ رشتہ ایمان میں منسلک ہے اور اب سب دوریاں دور ہو کر پھر کوئی کنفیڈریشن یا اور ایسی کوئی صورت بن جائے گی کہ مولانا موصوف نے ایک اور بنگلہ دیش کی بات کر دی۔ مجھے اس بات کی گرد میں ایک اور آواز دھیمی سی سنائی دینے لگی ہے ''میرے عزیز ہم وطنو!'' اور شاید کسی جیل میں نظام فطرت کے تحت کوئی مضبوط اور کئی گنا موٹا رسہ بھی بٹنا شروع ہو گیا ہو گا۔ اللہ کریم اس ملک کی حفاظت فرمائے گا اور اس کے بہادر بیٹے اس پر نثار ہو جائیں گے' دوسرا بنگلہ دیش قبول نہیں کریں گے۔

بشکریہ خبریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

سیاستِ وراثت اور خدشات

محمد اکرم اعوان، امیر تنظیم الاخوان

آرزو یہ تھی کہ جو ہوا سو ہوا، اب مستقبل کی طرف دیکھا جائے گا اور حکومت سازی میں تعاون کی فضا بن جائے گی، جس کے نتیجے میں آنے والی حکومت ملکی مسائل کی طرف متوجہ ہوگی۔ مہنگائی کا عفریت بیروزگار عوام کو بے موت مار رہا ہے۔ تیل کی قیمت آئے روز بڑھا دی جاتی ہے، جو بسوں، ٹرکوں اور ٹریکٹروں پر اثر انداز ہو کر زندگی کے تمام وسائل کو عام آدمی کی رسائی سے دُور کئے دیتی ہے۔

غریب کاشتکار تو اب زمین کی کاشت ترک کر رہا ہے، جو ایک قومی المیے کی صورت اختیار کر سکتا ہے کہ اناج کی پیداوار کم ہوتی چلی جائے گی، اللہ نہ کرے۔ مگر اس کا تدارک محض دعا نہیں عمل کے ساتھ دعا ہے، جس کی فی الحال کسی کو فرصت نہیں۔ ممبران اسمبلی کے بیانات سے حیرت میں اضافہ ہوا جاتا ہے، کہ آج کچھ نامور اور قابل قدر حضرات کا ارشاد پڑھا کہ حلف پی سی او کے تحت ہی لیں گے اور بعد میں آئین بحال ہوگا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پی سی او کے تحت جو کچھ گزشتہ تین برسوں میں کیا گیا اگر یہ آئین کا حصہ بنے گا تو کیا وہ متفقہ آئین ہوگا یا ایک نیا آئین 73ء کے متفقہ آئین کی جگہ لے لے گا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو کیا پی سی او کے تحت حلف لینے والے حضرات کی ممبر شپ آئین کے لئے قابل قبول ہوگی؟

ملکی افواج کا قاعدہ ہے کہ سپاہی سے لے کر جرنیل تک ابتدائی تربیت کی تکمیل پر آئین سے وفاداری اور ملکی تحفظ کی قسم کھا کر باقاعدہ فوج میں شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ کیا منتخب حکومت کو اکھاڑ پھینکنا اور سالار افواج کا اقتدار سنبھال لینا آئین کا تحفظ ہے؟ اگر نہیں تو کیا کبھی کسی جنرل کے خلاف بھی کارروائی ہوگی کہ آئندہ کوئی یہ خطرہ مول لینے کی جرات نہ کرے جو آئے دن رواج کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

بھارت نے فوجیں ہٹانے کا عندیہ دیا ہے۔ ظاہر ہے پاکستان بھی ہٹا لے گا، مگر بھارت لایا ہی کیوں تھا؟ کیا کسی بڑی طاقت کے اشارے پر حکومت پاکستان پر دباؤ بڑھانا مقصود تھا؟ جو شاید اب اس لئے کم کیا جا رہا ہو کہ فوجی حکومت پوری یکسوئی کے ساتھ نئی حکومت بنانے پر متوجہ ہو سکے اور ایسی کھچڑی پکائی جائے، جو اس خاص بڑی طاقت یعنی امریکہ بہادر کے لئے قابل قبول ہو۔ نو منتخب ارکان اسمبلی کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ وہ الجھاؤ پیدا نہ کریں اور ثابت قدمی کے ساتھ قومی مفادات کی طرف قدم بڑھائیں۔ مگر اخباری بیانات اور سرخیاں کچھ اور خبر دیتی ہیں۔ وزارت عظمٰی کی طلب، صوبائی حکومتوں کے حصول کا سوال اپنی جگہ درست، مگر قومی مفاد کے تقاضوں کے اندر رہ کر اگر قومی مفادات کا خیال نہ رکھا گیا تو صورتحال شاید ہمارے اندازوں کے خلاف ظہور پذیر ہو اور قوم ایک اور طوفان میں نہ پھنس جائے، کہ اب تک سارے خدشات یعنی کہ حکومت کی عمر کم ہوگی، مدت پوری نہ کر سکے گی، پھر الیکشن ہوں گے وغیرہ وغیرہ کی طرح کے تھے۔ مگر اب کچھ تصویر بدل رہی ہے اور اگرچہ بہت دھندلی ہے، مگر ایک خاکہ سا ابھرتا ہے کہ سب کچھ موروثیت کی نذر نہ ہو جائے۔ بہت سے نامی گرامی سیاستدان موروثی اور گدی نشین ہیں کہ وراثت میں سیاست پائی۔ اس سے قبل ان کا کوئی سیاسی کردار یا تجربہ نہ تھا۔ اس طرح کا ایک حادثہ فوج میں بھی ہو چکا ہے کہ جنرل یحیٰی خان نے وراثت میں حکومت پائی۔ موروثی گدی نشینوں کا ایک بڑا گروہ مسلمانوں کے عقائد میں نقصان کا باعث بنا۔ یہ ایسی تلخ حقیقت ہے کہ انکار ممکن نہیں۔ سیاسی موروثیت نے ملکی مسائل میں بے پناہ اضافہ کیا اور جو مسائل تھوڑی سی کوشش سے درست ہو سکتے تھے، وہ اب لاینحل نظر آنے لگے ہیں اور فوجی حکومت کے توارث نے تو آدھا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ملک ضائع کر دیا۔

یہ وہ نتائج ہیں جو سب کے سامنے ہیں۔ اب اگر خدانہ کرے کہ حکومت سازی میں کوئی بہتر سمجھوتہ نہیں ہو پاتا یا صورت حال 180 ڈگری بدلتی ہے، جیسے آج کی شنید ہے کہ پنجاب میں پیپلز پارٹی کی حکومت دوسری جماعتوں سے مل کر بن سکتی ہے، اگر ایسی ہی صورتحال سرحد وغیرہ میں بھی پیش آتی ہے تو ردعمل شاید اتنا شدید ہو کہ یہ نسخہ وراثت فوج میں پھر دہرادیا جائے۔کوئی اور جنرل آجائے اور معاملہ برسوں پیچھے چلا جائے، مگر یہ خوف کہ اب مزید کیا کھونے کا خدشہ ہے، سرحد یا سندھ؟ یہ کہنا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں، اس لئے درست نہیں کہ ایسا پہلے ہو چکا ہے اور کسی نے کیا کرلیا؟ خدانہ کرے اگر وہی ڈرامہ پھر سے سٹیج کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہوں تو کیا نومنتخب ارکان اسمبلی اس پر توجہ فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے اور ذاتی مفادات اور عہدے طلب کرنے پر قومی مفادات کو ترجیح دیں گے؟ اللہ کرے ایسا ہو!!! ☆

دعائے مغفرت

سراج رفعت، اویسیہ سوسائٹی کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔ قارئین کرام سے اُن کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیہ ایمل کاسی

ہیں کہ میں نے نہیں، وزیراعظم نے انعام لیا تھا اور اس وقت کے وزیراعظم وطن سے دوُر اور اللہ کے نزدیک مقیم ہیں۔ ان کی کوئی بات آ نہیں رہی۔کیسی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے شہری کو پاکستان سے امریکی کمانڈوز گرفتار کر کے جہاز میں ڈالتے اور امریکہ لے جاتے ہیں۔تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ملک آخر کس کا ہے؟ امریکہ نے بڑا انعام مقرر کیا، لوگوں میں تشہیر کی مگر کسی نے اطلاع نہ دی۔کہ غریب شاید ڈالر کی لذت ہی سے آشنا نہیں۔آخر وہی لوگ کام آئے جن کے اربوں ڈالر پہلے ہی امریکی بینکوں میں ہیں۔اور یوں امریکہ کی یہ عطا بھی واپس اس کے پاس پہنچ گئی ہوگی، لہٰذا امریکہ کا خرچ صرف شاباش کی حد تک ہی رہا۔ اگر مجرم تھا، تو اسے حکومت پاکستان گرفتار کرتی۔ اگر امریکہ سے مجرموں کے تبادلے کا کوئی معاہدہ ہے، تو اسے ضرور امریکہ کو دیتی، مگر پاکستان کو لوٹنے والے کتنے مجرم امریکہ میں موج اڑا رہے ہیں، انہیں بھی تو واپس لیتی۔ پاکستان کی لوٹی ہوئی دولت واپس لیتی۔کیا یہ بات عجیب نہیں کہ پاکستان پر جتنا امریکی قرضہ ہے، وہ ورلڈ بینک کے نام سے ہو یا آئی ایم ایف کے نام سے، ہے تو سب کچھ ''جاگیردار صاحب'' کا، تو اس کے کم وبیش تین گنا زیادہ رقم پاکستان کے ڈاکوؤں کی امریکی بینکوں میں ہے۔یعنی ہمارے مال سے ہمیں قرضہ دیا جاتا ہے اس پر سود بھی لیا جاتا ہے اور ہمارا ضمیر بھی خریدا جاتا ہے۔

تو آخر وہ قومی مجرم، لوٹ کا سامان اور مال واپس آتا، ان پر پاکستان میں مقدمہ چلتا۔ ایمل کاسی پر امریکہ میں ہی سہی، مگر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم والا معاملہ رہا۔ پھر کیا پاکستانی سفارتخانہ کوئی اچھا وکیل نہ کرسکتا تھا؟ کیا اپنے شہری کا مقدمہ نہ لڑ سکتا تھا؟ حکومت پاکستان بھی شاید درخواست تو کرسکتی تھی، مگر کچھ بھی نہ ہوا، احتجاج کرنے والے بھی مصروف تھے اور ہیں۔عدم فرصت کے سبب وہ بھی نہ ہوسکا، مگر وہ مردقلندر امریکہ میں سزائے موت پا کر پھر ایک پیغام چھوڑ گیا کہ جب موت کے بستر پر باندھنے کے بعد امریکی افسر نے پوچھا ''آخری بات جو تم کہنا چاہتے ہو'' تو اس اللہ کے بندے نے اسے کلمہ طیبہ کا انگریزی ترجمہ سنایا۔سبحان اللہ، پیغام ریکارڈ کرا دیا کہ اگر عالم اسلام پر ظلم وجبر اور دہشت گردی بند نہ کرو گے تو کس کس کو مارو گے، ایک کے بدلے ہزاروں ایمل کاسی پیدا ہوتے رہیں گے۔

بشکریہ خبریں

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

برکاتِ رمضان

اس بندے کو لیلتہ القدر نصیب ہو جاتی ہے جو عشاء باجماعت ادا کرتا ہے اور فجر باجماعت ادا کرتا ہے یہ ضروری نہیں کہ صرف جاگنے والے کو نصیب ہو' اس کی برکات ہر اس بندے کو نصیب ہو جاتی ہے قائم اللیل ہوتا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 8-11-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِo

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوا.

الحمدللہ' زندگیء مستعار میں ایک رمضان المبارک اور نصیب ہوا۔ کتنے ایسے لوگ تھے جو ہمیں عزیز بھی تھے اور پچھلے رمضان المبارک میں الحمد للہ ہمارے ساتھ بھی تھے اس دفعہ رمضان المبارک سے پہلے دنیا سے جا چکے ہیں اور ہم میں سے کتنے ہوں گے جو شاید اگلے رمضان المبارک میں نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے ایک دفعہ پھر یہ بابرکت مہینہ نصیب فرمایا اور بالخصوص ہم پر اللہ کا ایک اور بڑا احسان ہے کہ ہمیں انہوں نے ایک ایسا شخص عطا فرمایا ہے کہ گزشتہ تین رمضان المبارک سے ہم قرآن الحکیم کی مختلف قرأتیں سن رہے ہیں اور اس دفعہ چوتھی قرأت سن رہے ہیں۔

زندگی میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں تمام قرأتوں پر قرآن کریم کا سننا نصیب ہو اور بہت کم ایسے قاری صاحبان ملتے ہیں جنہیں ہر قرأت اس طرح یاد ہو کہ وہ نماز میں سُنا سکیں۔ یہ ایک مشکل کام ہے۔ چونکہ ہر قرأت میں زیر زبر کا فرق ہے' حروف کی ادائیگی اور تلفظ کا فرق ہے' معنی اور مفاہیم ایک ہیں۔ قرآن حکیم کی قرأتیں بالکل اس طرح ہیں جس طرح ہر زبان میں۔ .... آپ پنجابی کو ہی لے لیجئے۔ یہ پورے پنجاب کی زبان ہے لیکن ہر علاقے میں ادائیگی میں' حروف کے تلفظ میں' زیر زبر میں تھوڑا بہت فرق ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم چونکہ عربی میں نازل ہوا اور عربی کی جو معروف ادائیگی کی اقسام اس وقت موجود تھیں ان میں تمام قرأتوں میں نازل ہوا۔ الفاظ کی زیر' زبر یا پیش یا ادائیگی کا انداز بدل جاتا ہے لیکن مفہوم وہی ہوتا ہے جو مروجہ ایک قرأت میں ہے جو کثرت سے دنیا میں پھیلی ہے۔ تو یہ اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں گزشتہ تین رمضان المبارک سے' یہ چوتھا ہے کہ قاری صاحب کی صورت میں اللہ نے ہم پر رحمت فرمائی اور مختلف قرأتیں سننے کا اتفاق ہوا اور اللہ کرے' ہمیں بھی فرصت دے اور انہیں بھی عمر دراز دے اور مہلت دے کہ یہ ساری قرأتیں نماز میں' تراویح میں سننا نصیب ہوں۔ ایک بہت بڑی عظیم سعادت ہے۔

اللہ جل شانہٗ ذات والا صفات ہمارے اندازوں سے زیادہ پاک' ہماری سوچوں سے زیادہ بلند اور ہمارے خیالات سے زیادہ ارفع واعلیٰ ہے۔ جب بھی رب جلیل نے اپنے کسی نبی' کسی پیغمبر سے کلام فرمایا تو آپ انبیاء علیہم السلام کی اگر زندگیوں پر غور فرمائیں گے تو ایک چیز آپ کو تمام نبیوں اور تمام رسولوں میں ملے گی کہ جب نزول کلام کا وقت آیا تو انہیں دنیا سے الگ کر کے چلہ کشی کی صورت میں یا تنہائی

کی صورت میں ذکر اذکار کے لئے بیٹھنا پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام کو چلہ کشی کرنا پڑی تب کتاب الٰہی نصیب ہوئی۔ اور معروف واقعہ ہے کہ بعد میں قوم گمراہ ہوگئی اور پھر آپ تشریف لائے اور ناراض ہوئے' ایک لمبا قصہ ہے۔ اسی طرح آقائے نامدار ﷺ حرا میں تشریف لے جاتے اور مہینوں معتکف رہتے اور حرا میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ نبی معصوم ہے' خطا سے پاک ہے' اس کے باوجود چونکہ وہ انسانوں میں رہتا ہے جس معاشرے میں کوئی رہتا بستا ہے اس کی ہوا' اس کی فضاء اس کے وجود کو متاثر کرتی ہے۔ گرم ملکوں میں رہیں گے تو گرمی متاثر کرتی ہے اور برف پوش پہاڑوں پر چلے جائیں تو سردی اثر کرتی ہے اسی طرح کچھ نظر نہ آنے والی کیفیات ہوتی ہیں انسانی معاشرے کی' انسانی کردار کی تو جب کلام الٰہی کا نزول ہوا تو اللہ کریم نے انبیاء علیہم السلام کو بھی تنہائی اختیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کوئی ذرہ کسی گرد کا' جو ان کا اپنا نہیں ہے لیکن جس معاشرہ میں رہتے ہیں اور وہاں جو لوگوں کے کردار سے جو ایک دھواں بنتا ہے جو نظر نہیں آتا اس کا کوئی شمہ کہیں کسی کونے کھدرے پر نہ ہو بلکہ مکمل یکسوئی' عبادت' پاکیزگی نصیب ہو حالانکہ نبی معصوم ہوتے ہیں اور جب اس کلام میں غیر نبی کو مخاطب فرمایا جائے اس کلام کو ہر کسی کے لئے عام کردیا جائے اور ہر ایک بندے سے بات کی جائے تو اس بندے کو کس قدر پاکیزگی' کس قدر طہارت کتنی محنت اور کتنے مجاہدے کی ضرورت ہوگی۔ اگر وہ قرآن کو سمجھنا چاہتا ہے' اگر وہ قرآن کو جاننا چاہتا ہے تو کلام الٰہی کو سمجھنے کے لئے کس قدر پاکیزگی' کتنے مجاہدے کتنی محنت کی ضرورت ہوگی' اس سارے مجاہدے کو رب جلیل نے رمضان المبارک کے ان گنتی کے دنوں میں

> **جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی اور فجر کی باجماعت پالی وہ قائم الیل ہے**

سمو دیا اور وہ ایسا کریم ہے کہ اس نے اس ماہ مبارک میں ایسی برکات رکھ دیں کہ نبی علیہ الصوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

جس کسی نے رمضان کا روزہ ایمان اور احتساب سے رکھا' یاد رکھیں یہاں دو شرطیں لگائیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا اللہ پر ایمان پختہ ہو' ضروریات دین پر یقین پختہ ہو' نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان پختہ ہو' آخرت پر' کتاب اللہ پر ایمان پختہ ہو اور دوسرا "احتساباً" اس لئے روزہ رکھے کہ اپنا احتساب کرے بیٹھ کر کہ آج تک زندگی میں میں نے کیا کھویا کیا پایا' کتنا میں نے اللہ کی اطاعت کے دائرے کے اندر اپنی زندگی کو خرچ کیا اور کتنے لمحات مجھ سے ضائع ہوگئے' اطاعت الٰہی کی حدود سے باہر چلے گئے اور میں نے شیطان کے سپرد کردیئے۔ یہ احتساب اسے احساس دلائے گا کہ جو غلطیاں' جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کی معافی طلب کرے۔ تو فرمایا کہ جس کسی نے ایمان اور احتساب کے ساتھ ایک روزہ رکھا اس کے زندگی کے پہلے سارے گناہ معاف کردیئے گئے۔

ایک تو اس مہینے میں یہ فضیلت رکھی کہ جب ایک روزہ' پہلا روزہ آپ نے رکھا تو زندگی کے سارے گناہ معاف ہوگئے بلکہ روزہ رکھنے سے پہلے' پہلی رات' رمضان مغرب سے شروع ہوتا ہے۔ شرعی تقویم کے مطابق مغرب کی نماز اگلے دن کی شروع ہوتی ہے۔ تاریخ بدل جاتی ہے سورج ڈوبنے کے ساتھ اور مغرب جو ہم پڑھتے ہیں وہ نئی تاریخ کی پہلی نماز ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ نماز فجر سے شروع ہوتی ہے' نہیں، حقیقتاً مغرب سے شروع ہوتی ہے اور مغرب کی نماز اگلے دن کی پہلی نماز ہوتی ہے۔

تو فرمایا کہ جس نے رمضان کی رات کو ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا اور فرماتے ہیں کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی اور فجر کی باجماعت پالی وہ قائم اللیل ہے۔ اس نے گویا ساری رات قیام کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد سو گیا اور اٹھا تو پھر نماز ادا کی' وہ قائم الیل ہے پھر اس کے ساتھ' عشاء کے

ساتھ تراویح ادا کیں' پھر اس کے بعد اس نے نوافل پڑھے یا تلاوت کی یا تہجد پڑھی یا اس کے بعد اس نے فجر سے پہلے جو کچھ کیا تو یہ ساری اس پر مزید محنت ہے تو فرمایا کہ' جس نے رمضان کی رات کا قیام ایمان اور احتساب کے ساتھ کیا اس کے اس سے پہلے کی زندگی کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلی رات کا قیام جو ہے اس نے بندے کو اس طرح کر دیا کہ زندگی کی ساری خطائیں معاف ہو گئیں' اب اسے رمضان کا دن نصیب ہوا تو اس نے مزید اس میں طہارت بڑھا دی' اگلی رات آئی اس نے مزید لطافت پیدا کی' اگلا دن آیا اس نے مزید پاکیزگی میں اضافہ کیا تو گویا بندے میں ہر آن' ہر لحہ یعنی جتنا میل تھا وہ تو پہلی رات کو ہی ختم ہو گیا اب مزید جس طرح آپ کپڑے کو دھوتے ہیں اس سے میل صاف ہو جاتا ہے پھر اسے چمکانے کیلئے کلف لگاتے ہیں پھر اسے مزید خوبصورتی دینے کے لئے استری کرتے ہیں تو یہ جو پہلی رات کے بعد آگے جو مسلسل رمضان المبارک کے دن ہیں اور رمضان المبارک کی راتیں ہیں یہ اس پر مزید لطافت' پاکیزگی' تقدس بڑھاتی چلی گئیں حتکہ جب آخری عشرے میں داخل ہوا تو اسے لیلتہ القدر نصیب ہوئی۔ اب لیلتہ القدر ایک رات اللہ نے ایسی بنا دی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یعنی لیلتہ القدر کی ایک رات اور پھر اس بندے کو لیلتہ القدر نصیب ہو جاتی ہے۔ جو عشا' باجماعت ادا کرتا ہے' اور فجر باجماعت ادا کرتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ صرف جاگنے والے کو نصیب ہو جاتی ہے' اس کی برکات ہر اس بندے کو نصیب ہو جاتی ہیں جو قائم اللّیل ہوتا ہے اور قائم اللّیل' عشاء کو باجماعت ادا کر کے فجر باجماعت ادا کرنے والا قائم اللّیل ہوتا ہے تو گویا ہر مسلمان کو لیلتہ القدر کی برکات بھی

> **رمضان المبارک میں جو نفل ادا کرتا ہے وہ فرائض کا ثواب پاتا ہے**

نصیب ہو جاتی ہیں' گویا اس نے ہزار مہینے سے جو کم وبیش چوراسی پچاسی سال کے قریب بنتا ہے' مسلسل مجاہدہ کیا ہو مسلسل عبادت کی' مسلسل روزے رکھے' مسلسل جہاد کیا' زندگی کا ایک ایک لحہ اطاعت الٰہی میں گزارا' یہ کیفیت اسے چند لمحات میں..... جو کچھ اس پر نتیجہ مرتب ہونا تھا وہ نتیجہ اسے اس ایک لمحے میں نصیب ہو گیا۔ جس طرح کوئی ہزار مہینہ محنت کرے تو جو مزدوری ملتی ہے' وہ مزدوری اگر کسی کو صرف حاضری پر عطا کر دی جائے کہ تم آئے ہو تو تم اس سے زیادہ لے لو تو یہ تو دینے والے کی عطا ہے۔

یہ سارا اہتمام اس لئے کیا گیا..... اسی طرح نوافل کا درجہ ثواب کے حساب سے فرائض کے برابر کر دیا گیا کہ رمضان المبارک میں جو نفل ادا کرتا ہے وہ فرائض کا ثواب پاتا ہے اور جو فرائض ادا کرتا ہے وہ ستر گنا اور ستر محدود نہیں ہے' ستر عربی محاورے میں ایک عام لفظ ہے کہ جب بہت زیادہ کسی بات کو کہنا ہو تو کہتے ہیں ستر گنا' ستر بار تو اس سے مراد ہوتی ہے بے شمار' بہت زیادہ یعنی فرض کا ثواب بہت زیادہ بڑھا دیا گیا۔ پھر سب سے مزے کی بات یہ کہ رمضان المبارک کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چھوٹے بڑے تمام شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں۔ ابلیس سے لے کر اس کی تمام اولاد تک۔

ہم پورا سال اپنے ہر جرم کا الزام ابلیس کو دیتے ہیں لیکن کم از کم رمضان المبارک میں ہمارا جو کردار ہے اس کا الزام ابلیس پر نہیں جاتا۔ ہمارے اندر جو شیطنت بھر گئی ہے یا اللہ کی نافرمانی کرتے کرتے اور شیطان کے ساتھ چلتے چلتے جو شیطانی خصوصیات ہمارے اندر آ گئی ہیں رمضان المبارک میں جو برائی ہو گی وہ اس کے ذریعے سے ہو گی کہ کوئی شیطنت ہمارے اندر بھی ہے۔ کچھ انسان تو مجسم شیطان بن جاتے ہیں جس طرح ارشاد ہے قرآن حکیم میں شَیٰطِینَ الجِنِّ وَالاِنسِ۔ شیطان جنوں سے بھی ہیں اور انسانوں سے بھی ہیں۔ شیطان اپنے دوستوں سے سرگوشیاں کرتے ہیں' ان سے باتیں کرتے ہیں' انہیں باتیں بتاتے ہیں کہ یہ کرو'

www.naqshbandiaowaisiah.com

وہ کرد' تو کچھ انسان' انسان ہوتے ہوئے اتنے گر جاتے ہیں کہ وہ مجسم شیطان بن جاتے ہیں۔

یاد رکھیں رمضان المبارک میں جتنا ظلم ہوگا' جتنی نافرمانی ہوگی' جتنا جھوٹ بولا جائے گا' جتنی برائی ہوگی' یہ اس وجہ سے ہوگی کہ شیطانوں کے اوصاف انسانوں میں آ گئے اور دوسروں کو دیکھنے کی بجائے ہمارے اپنے لئے ایک آئینہ ہے رمضان المبارک کہ ہم اس میں دیکھیں کہ میرے اندر کہیں شیطنت تو نہیں ہے' میں کسی کی برائی تو نہیں سوچ رہا۔ میں کہیں اللہ کی نافرمانی کا ارادہ تو نہیں کر رہا۔ اور اگر یہ احتساب نہ ہو' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ زبان کا روزہ یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے اور ذکر الٰہی سے روشن رہے' تر رہے' کان کا روزہ یہ ہے کہ جھوٹ سننے سے احتراز کرے' آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ غلط کاموں کو دیکھنے سے اجتناب کرے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ اگر کوئی تمہیں گالی دے تو اسے بتاؤ کہ بھئی میں روزے سے ہوں میں گالی نہیں دے سکتا۔ یعنی ایک تربیت ہے ضبط نفس کی بھی اور انسان کے اخلاص کی بلندیوں تک پہنچنے کی' جب کوئی کسی کو منہ پر گالی دے تو اسے کتنا بُرا لگتا ہے' حضورؐ نے فرمایا کہ جواب میں اسے کہو کہ میرا روزہ ہے۔ اور فرمایا' ارشاد ہے حدیث شریف میں کہ اگر کوئی جھوٹ بولتا رہا' اللہ کی نافرمانی کرتا رہا اور اس نے روزہ بھی رکھا تو اللہ کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ بھوکا پیاسا مرے۔ یہ کوئی راشن بندی کا مہینہ نہیں ہے کہ اللہ کے خزانوں میں راشن کی کمی ہو گئی ہے اس لئے راشن بندی ہوگئی بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ رمضان المبارک میں غیر رمضان سے زیادہ کھایا جاتا ہے۔ جو لوگ عید بقر عید پر حلوہ کھاتے ہیں رمضان المبارک میں وہ بھی روز افطاری بنائے ہوئے ہوتے ہیں اور عام دنوں

> **کچھ انسان' انسان ہوتے ہوئے اتنے گر جاتے ہیں کہ وہ مجسم شیطان بن جاتے ہیں**

کی نسبت ہر گھر کا خرچ بڑھ جاتا ہے کھانے پینے کا۔ سحری کا خاص اہتمام ہوتا ہے' افطاری کا خاص اہتمام ہوتا ہے' کھانے پینے میں تو لوگ زیادہ ہو جاتے ہیں لیکن اطاعت الٰہی کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فریج میں ٹھنڈا پانی پڑا ہے' کمرے میں بندہ اکیلا ہے' اسے پیاس لگی ہے' کوئی اس کے پاس نہیں لیکن وہ پانی نہیں پیتا' کیوں نہیں پیتا' اس کا اللہ اس کے پاس ہے۔ اور یہی مقصد ہے کہ ہر بندے کو حضوری نصیب ہو کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے میرے پاس موجود ہے۔

میں نے شاید کئی دفعہ پہلے بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے مختلف تقریروں میں تو میں رمضان المبارک میں...... اس وقت گرمیوں کا رمضان المبارک تھا اور بڑے لمبے دن تھے اور بہت گرم دن تھے۔ تو میں جیپ پر سڑک کنارے گزر رہا تھا تو ایک بہت بڑا تالاب تھا وہاں ایک آدمی اپنا ریوڑ لے کر آیا بھیڑوں کا چرواہا جنگل سے اور سخت گرمی تھی' پیاس تھی' ظہر کا وقت تھا' بھیڑیں پانی پر ٹوٹ پڑیں۔ اس بندے نے چادر سی تہہ کر کے اس طرح سایہ سا بنایا ہوا تھا آنکھوں پر۔ وہ بندہ بجائے پانی پینے کے آرام سے بیٹھ گیا اور وضو کرنے لگا۔ پیاس تو اس کو بھی بڑی لگی ہوئی ہوگی۔ اس نے وضو کیا اور ظہر کی نماز کی تیاری کرنے لگا گویا اسے یقین تھا کہ اس ویرانے میں بھی میرا پروردگار میرے ساتھ ہے اور مجھے اس کی اطاعت میں پانی نہیں پینا اور یہی کمالِ ایمان ہے اور یہی پاکیزگی مطلوب ہے۔

نہ کھانا اوصاف ملکوتی میں سے ہے۔

فرشتے کی صفت ہے کہ وہ پانی نہیں پیتا' وہ کھانا نہیں کھاتا اسے نیند نہیں آتی۔ زیادہ کھانا اوصاف حیوانی میں سے ہے کسی جانور کو دیکھ لیں وہ بے تحاشا کھا سکتا ہے اور کھاتا رہتا ہے۔ تو یہ تربیت بھی ساتھ دی جاتی ہے کہ بشر ہونے کے باوجود' مشت غبار ہونے کے باوجود بندۂ مومن میں ایسی صفات پیدا کی جائیں جو فرشتے میں ہوتی ہیں، اوصاف ملکوتی پیدا کئے جائیں' اور اوصاف ملکوتی کا اثر اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی

فرشتہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا یعنی ہر بات ہر کام اس طرح سے کئے جاتا ہے تو ایک تقدس ہے رمضان المبارک کا جس میں اللہ کا مبارک کلام نازل ہوا' جہاں یہ تقدس نہیں ہوتا وہاں کلامِ الٰہی سے ہدایت نصیب نہیں ہوتی بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ لوگ اللہ کا کلام پڑھ کر اس پر اعتراض سوچتے ہیں۔

مستشرقین کی ایک جماعت ہے مغرب میں جو ایمان تو نہیں لائی لیکن انہوں نے پوری عمریں قرآن وحدیث کی تحقیق وتدقیق پر صرف کر دیں۔ انہیں مستشرق کہتے ہیں کہ انہوں نے علوم مشرق کا تجزیہ کیا۔ ان ساری عمروں کا حاصل کیا ہے؟ چند بیہودہ اعتراضات......

کبھی حدیث پر کبھی قرآن پر اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ان کے وہ اعتراض ان کے ہم مذہبوں نے اور بے دین لوگوں نے اور اسلام کے مخالفوں نے بھی مانے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے بھی کہا کہ یہ بہت ہی بودی اور بہت ہی لچر باتیں ہیں۔ تو آپ اندازہ کریں کہ ایک بندے نے ساری زندگی قرآن پر ریسرچ کرنے میں لگا دی' ایک بندے نے عربی زبان سیکھی' اس نے عربی کی مختلف لغاتیں سیکھیں' پھر اس نے قرآن کی بے شمار تفسیریں پڑھ ڈالیں اور نتیجہ کیا نکلا......... چند اعتراضات جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیوں.........؟ کیا قرآن میں روشنی نہیں تھی' قرآن میں روشنی موجود تھی اس بندے میں روشنی قبول کرنے کی استعداد نہیں تھی۔

آپ روشنی کی ایک کرن کو شیشے پر ڈالتے ہیں تو سارا شیشہ جگمگا اٹھتا ہے لیکن اس کرن کو کیچڑ پر پھینکیں تو کیا کیچڑ جگمگا اٹھے گا۔ پتھر پر ڈالیں تو کیا وہ منعکس ہو گی۔ تو بندے اپنے کردار اور اپنے عقیدے اور اپنے ایمان سے گندے جوہڑ کا کیچڑ بن جاتے ہیں جبکہ روزہ اس مٹی کو' اس کیچڑ کو' اس پتھر کو پالش کر کے شیشہ بناتا ہے' آئینہ بناتا ہے۔

رمضان المبارک میں مساجد بھر جاتی ہیں اور عید کے ساتھ ہی پھر وہی پرانے نمازی رہ جاتے ہیں ر نئے لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں

مجھے عجیب اتفاق ہوا۔ ہم وزیرستان میں تھے تو نشانہ بازی کی بات آ گئی۔ انہوں نے اپنے چار پانچ نشانہ باز چنے اور پٹھانوں کے پاس تو نسوار کی ڈبیا پر اتنا سا شیشہ لگا ہوتا ہے۔ اب وہ کوئی تین سو گز دور پہاڑی کے اوپر انہوں نے سورج کے رخ پر وہ ڈبیا رکھ دی۔ یقین مانیں کہ یہ حسن اتفاق تھا کہ ایک ایک گولی سب کو ملتی تھی ان میں میں بھی شامل تھا۔ پانچ وہ تھے چھٹا میں تھا تو ہمیں وہ شیشہ اتنا نظر آتا جتنی کوئی چھوٹی پلیٹ ہوتی ہے۔ کیونکہ سامنے سے اس پر سورج پڑ رہا تھا۔ اس ڈبی کا اپنا حجم تو اتنا سا تھا لیکن نظر وہ اتنا بڑا آتا تھا۔ اس لئے جو نشانہ باز گولی چلاتا تھا وہ کبھی اس کے دائیں لگتی کبھی بائیں لگتی' تیسرے راؤنڈ میں اتفاق سے میری گولی اس میں لگ گئی اور یوں میرا وہ بڑا اعزاز بن گیا لیکن وہ محض حسن اتفاق تھا اور اندازہ تھا ورنہ شیشہ جتنا تھا اتنا نظر نہیں آتا تھا اس سے بہت بڑا یعنی پلیٹ جتنا بڑا نظر آتا تھا کیونکہ سامنے سے سورج پڑ رہا تھا۔ اسی طرح جب قلبِ انسانی اوصافِ ملکوتی پیدا کرتا ہے' بھوکا رہتا ہے اللہ کے حکم کے مطابق' اب صرف بھوک نہیں ہے اس کے ساتھ اطاعت الٰہی کا نور بھی ہے' پیاسا ہے اور صرف پیاس نہیں ہے اس کے ساتھ اتباع رسالت کا نور بھی ہے۔ ایک نورِ ایمان ہے جو وابستہ ہے محمد رسول اللہ سے' ایک نورِ ایمان ہے جو آپ کی وساطت سے وابستہ ہے ذاتِ باری تعالیٰ سے تو گویا ہم نے دل کو لطف وکرمِ الٰہی کی شعاعوں کے سامنے رکھ دیا۔ اب یہ جو اس میں طہارت اور پاکیزگی آئے گی یہ وجود کو اور ذہن کو اور سوچوں کو جلا بخشے گی اور آدمی رمضان سے جب نکلے گا تو بہتر سوچے گا۔ رمضان المبارک سے جب نکلے گا تو بہتر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ رمضان المبارک سے جب نکلے گا' ایک مہینہ کورس کرے گا تو سچ بولنے کی کوشش کرے گا۔ جب ایک مہینہ کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس کورس سے نکلے گا تو اس کی زندگی بدل چکی ہوگی۔ قبل رمضان اور بندہ ہوگا اور بعد رمضان کوئی اور سا بندہ نظر آئے گا۔ خدانخواستہ اگر ایسا نہیں ہوتا اور جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں مساجد بھر جاتی ہیں اور عید کے ساتھ ہی پھر وہی پرانے نمازی رہ جاتے ہیں اور نئے لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے رمضان المبارک کا پورا مہینہ مجاہدہ کیا لیکن شاید انہیں حاصل کچھ نہیں ہوا، ایک بات یاد رکھ لیجئے' ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ ثواب ملے گا اور آخرت میں ملے گا لیکن شاید ہی کبھی کسی نے یہ تکلیف گوارا کی ہو کہ وہ ہمیں ثواب کی کوئی ڈیفینیشن بھی بتائے کہ ثواب ہوتا کیا ہے وہ بھی بتائے۔

قرآن حکیم میں لفظ ثواب بدلے کیلئے استعمال ہوا ہے کہ عمل کے بدلے میں جو کچھ ملتا ہے اور صرف نیکیوں کے لئے استعمال نہیں ہوا' کافروں اور بدکاروں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے "هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ" کافروں کو اور کیا بدلہ ملے گا "مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ" وہی ملے گا جو ان کا کردار ہے۔ وہاں بھی لفظ ثواب استعمال ہوا ہے کہ کافر کو بھی ثواب ملے گا مگر کیا ثواب ملے گا جو زندگی بھر وہ کرتا رہا۔ کفر کرتا رہا' نافرمانی کرتا رہا اس کا بدلہ ملے گا لہٰذا ثواب کردار کے بدلے کا نام ہے کوئی جنس نہیں ہے جو آپ کو مل جائے گی اور عبادات' روزمرہ کی عبادات سے لے کر رمضان المبارک تک تمام عبادات کا خاصہ یہ ہے کہ وہ عملی زندگی میں انقلاب پیدا کریں۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

عبادت کا ثواب کیا ہے عبادت کا بدلہ کیا ہے..... وہ برائی سے اور بے حیائی سے روکتی

تمام عبادات کا خاصہ یہ ہے کہ وہ عملی زندگی میں انقلاب پیدا کریں

ہے۔ دو لفظوں میں تمام انسانی لغزشوں کو اللہ نے سمو دیا، ہر گناہ برائی ہے اور اگر بہت ہلکا بھی ہے تو بے حیائی ہے تو فرمایا کہ عبادت کا ثواب یہ ہے "یقیناً عبادت روک دیتی ہے بے حیائی سے اور برائی سے۔ اب ہم ایک مشروب پیتے ہیں اور پیاس نہیں بجھتی۔ پانی کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے پینے سے پیاس ختم ہو جائے' لیکن ہم پیتے چلے جا رہے ہیں اور پیاس بجھ نہیں رہی تو اس کا مطلب ہے کہ اگر پانی میں کوئی خرابی نہیں ہے تو پھر ہمارے اندر کوئی خرابی ہے۔ ایک مرض ہو جاتا ہے اس کو کہتے ہیں استسقاء مریض استسقاء پانی پیتا ہی رہتا ہے اس کے منہ سے جدا نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود اس کی پیاس نہیں بجھتی۔

مولوی سعدیؒ نے نعت کا ایک شعر کہا ہے کہ :-

نہ حسنش غائتِ دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے پاس کلام کی اتنی وسعت کہ نعت کہہ کر اسے سمو سکے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ استسقاء کا مریض پانی پیتے پیتے پھر پیاسا ہی مر جاتا ہے حالانکہ دریا بھرا ہوا بہہ رہا ہوتا ہے۔ مستسقی، یعنی استسقاء کے مریض کو دریا کے کنارے اگر ڈال دیں وہ بھر بھر کر پیتا رہے' مر جائے گا لیکن پیاس ختم نہیں ہوگی۔ نبی علیہ السلام کی تعریف کرنے والا تعریف کرتے کرتے تھک جائے گا اور اس کی عمر ختم ہو جائے گی اور آپ کے حسن کا احاطہ نہیں کر سکے گا۔ تو اگر پانی سے پیاس نہیں بجھتی تو پھر ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے اندر کوئی مرض ہے پھر اس مرض کا علاج ہونا چاہئے۔ یعنی رمضان المبارک کے کورس کے بعد بھی اگر ہمارا کردار تبدیل نہیں ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اندر کوئی مرض ہے۔

رمضان کا پہلا عشرہ ہی اتنا مبارک ہے....... عبادات کے درجے بڑھا دیئے گئے' شیاطین قید کر دیئے گئے' توبہ کی قبولیت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کی بارگاہ سے آواز آتی ہے سحری کے وقت' فرمایا حضور ﷺ نے کہ اللہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

کریم کی بارگاہ سے ندا ہوتی ہے کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخش دیا جائے۔ یعنی سارا سال تو بخشش مانگنے والے گڑگڑاتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں بخش دے اور رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں بارگاہِ ایزدی سے آواز لگائی جاتی ہے کہ ہے کوئی بخشش کے طالب کہ انہیں بخش دیا جائے۔

تو رمضان المبارک کی اصل اساس یہ ہے کہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جسے ایک خاص تقدس' ایک خاص اعزاز دے کر' ایک خاص سربلندی دے کر اس لئے منتخب فرمایا گیا ہے کہ اس میں اللہ کا کلام نازل ہوا۔

عجیب بات یہ ہے کہ روزے ہم پر ہی فرض نہیں ہوئے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ تم پر ایسے ہی فرض کئے گئے ہیں جیسے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے۔ ہر امت پر روزے فرض تھے اور ہر نبی پر جو کلام الٰہی نازل ہوا اس کی ابتداء رمضان المبارک ہی میں ہوئی۔ اور قرآن کریم بھی سارے کا سارا علم الٰہی سے لوحِ محفوظ میں آیا لوحِ محفوظ سے آسمانِ اول پر رمضان المبارک منتقل فرمایا گیا اور نزولِ وحی کی ابتداء اسی ماہ مبارک میں ہوئی اور پھر مسلسل نازل ہوتا رہا۔ تو اس مہینے کو یہ شرف حاصل ہے کہ :-

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے
بندوں میں' مشت غبار میں وہ اہلیت

پیدا کرتا ہے' وہ پاکیزگی پیدا کرتا ہے وہ طہارت پیدا کرتا ہے' وہ لطافت لے آتا ہے کہ کلام الٰہی کو سننے اور سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے۔

خدانخواستہ اگر ہماری زندگی میں رمضان المبارک سے کوئی تبدیلی نہیں آتی تو ہمیں سمجھنا یہ ہوگا کہ ہمارا مرض اتنا گہرا اتنا شدید' اتنا خطرناک ہو چکا ہے کہ ۔۔۔۔ دواؤں میں

> رمضان المبارک کے کورس کے بعد بھی اگر ہمارا کردار تبدیل نہیں ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اندر کوئی مرض ہے۔

ایک دوا ہوتی ہے، ''Live Saving Drug'' جسے کہتے ہیں زندگی بچانے والی دوا تو آخری علاج ہوتا ہے کسی کو موت ۔ سے یا بیماری سے بچانے کے لئے وہ ایک دوا دی جاتی ہے اگر وہ بھی اثر نہ کرے تو بندہ لاعلاج ہو کر تڑپ کر مر جاتا ہے۔

یہ رمضان المبارک جو ہے یہ مومن کے لئے Live Saving Drug کی حیثیت رکھتا ہے زندگی بچانے کا سب سے آخری علاج ورنہ تو بندے کو ہر عبادت کے ساتھ سلجھ جانا چاہئے۔ ایک تسبیح سے زندگی بدل جانی چاہئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کی ایک تسبیح قبول ہو گئی اس کی نجات ہو گئی۔ زندگی میں ایک بار اس نے کہا سبحان اللہ ایک تسبیح ہے' الحمدللہ' ایک تسبیح ہے اللہ اکبر ایک تسبیح ہے کوئی ایک تسبیح جو اللہ کی اس نے کی وہ قبول ہو گئی تو وہ جنتی ہے۔ اب جنتی ہونے کی بھی دلیل ہے کہ علمائے حق نے جو یہ بحث فرمائی ہے بندے کے زندہ جنتی ہونے کی' کیسے ضمانت مل سکتی ہے جبکہ شیطان موجود ہے' نفس موجود ہے' دنیا اور دنیاوی حاجات موجود ہیں' دنیا اور دنیا کی رنگینیاں موجود ہیں تو وہ کیسے ان سے بچ سکے گا تو علمائے حق فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ جنتی قرار دے دیتا ہے پھر اسے وہی کام کرنے کی توفیق ارزاں کر دیتا ہے جو اہل جنت کو زیب دیتے ہیں۔ دوزخیوں والے کاموں سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

تو ہمارے پاس یہ معیار ہے کہ گزشتہ پون صدی میں ...... میں اپنی بات کر رہا ہوں جس کی عمر پون صدی ہے کہ میں نے گزشتہ پون صدی میں کوئی ایک تسبیح ایسی پڑھی جو قبول ہوئی۔ اگر قبول ہوئی تو میرا کردار نیک ہو جانا چاہئے اور اب اگر ابھی تک میرے کردار میں مثبت تبدیلی نہیں آئی تو اس کا مطلب ہے کہ میں آج تک جو کچھ کرتا رہا ''چخ'' مارتا رہا، اس قابل تو ایک تسبیح بھی نہیں تھی جو قبول ہوتی' یہی حال رمضان المبارک کا ہے۔ اگر ہمارا روزہ،

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہماری عبادت، ہمارے ذکر اذکار، ہماری تسبیحات، ہماری تلاوت، ہماری یہ بھوک اور پیاس قبول ہوتی ہے تو اگر کوئی نیک بھی ہے تو رمضان المبارک کے بعد اس میں تبدیلی نظر آنی چاہئے کہ یہ اور نیک ہو گیا ہے۔ اگر کوئی خطا کار ہے تو اس کی زندگی بدل جانی چاہئے۔ کہ یہ دوسرا انسان ہے اور انسانی گناہ اس کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے۔ کوئی شرط نہیں لگائی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ کون سا گناہ معاف ہو گا کونسا نہیں بلکہ فرمایا کہ زندگی میں جتنے گناہ کر چکا ہو وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ گناہ کا معاف ہونا اور توبہ کا قبول ہونا بالکل ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی گھاؤ ہو' گہرا زخم ہو اور وہ بھر جائے' مندمل ہو جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ جہاں زخم ہو اور وہ بھر جائے تو وہ جگہ کتنی حساس ہو جاتی ہے وہاں دوبارہ چوٹ کھانے کو جی تو نہیں چاہتا' وہاں تو کوئی انگلی رکھے تو احساس ہوتا ہے کہ اسے نہ چھیڑ یار یہ ابھی ابھی ٹھیک ہوا ہے۔ اگر توبہ قبول ہو جائے اور گناہ معاف ہو جائیں تو اسی طرح گناہ نہ کرنے کو جی چاہتا ہے اور گناہ کی بات ہو تو بندے کو درد ہوتا ہے کہ یار ابھی تو یہ زخم بھرا ہے پھر دوبارہ چوٹ نہیں کھاؤں گا۔

یہ ساری باتیں وہ ہیں جو رمضان المبارک کے حوالے سے ہمیں یہ احساس دلاتی ہیں کہ ہمیں ان ان باتوں کا اپنی ذات پر تجزیہ کرنا چاہئے۔ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم خود کو تو ولی اللہ سمجھتے ہیں' خود کو تو فرشتہ سیرت سمجھتے ہیں، خود کو الگ کر لیتے ہیں اور باقی ساری دنیا پر تنقید کیئے چلے جاتے ہیں۔ لوگوں کا معاملہ رب العلمین کے ساتھ ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کس کی کس غلطی پر وہ اسے پکڑ لے گا اور کس کی کس

اب اگر ابھی تک میرے کردار میں مثبت تبدیلی نہیں آئی تو اس کا مطلب ہے کہ میں آج تک جو کچھ کرتا رہا ''چخ'' مارتا رہا

چھوٹی سی نیکی پر اس کی ساری غلطیاں معاف کر دے گا۔ اس میں وہ نہ ہم سے پوچھے گا نہ ہم سے مشورہ کرے گا' نہ ہماری اتنی حیثیت ہے۔ اس لئے لوگوں کا معاملہ اسی پر رہنے دو جو لوگوں کا مالک ہے صرف اپنے آپ کو اپنے سامنے رکھو' اپنی عدالت لگاؤ اور اس میں خود کو مجرم کے کٹہرے میں کھڑا کر کے اپنا محاسبہ کرو' اپنے آپ سے پوچھو کہ آج تک تو کیا کرتا رہا اور آج تجھے اللہ نے پھر رمضان دے دیا ہے' کیسا کریم ہے کہ تو خطا کرتا ہے وہ تیری بخشش کے اسباب مہیا فرماتا ہے۔ تو دور بھاگتا ہے اور وہ تیرے سامنے منزل لا کر رکھ دیتا ہے۔ تو منزل سے بھاگتا ہے اور وہ منزل اٹھا کر تیرے سامنے رکھ دیتا ہے۔ تو اس کی بارگاہ سے بھاگتا ہے اور وہ تجھے اٹھا کر اپنے حضور لانا چاہتا ہے۔

فیصلہ ہمیں یہ کرنا ہے اپنا تجزیہ کر کے کہ وہ کون سی برسات ہے جس میں پھول نہ کھلیں' وہ کیسی برسات ہے جس میں سبزہ نہ اُگے' وہ کیسا رمضان ہے جس میں کردار تبدیل نہ ہوں' دیکھنا یہ ہے کہ برسات برسی' پھول نہیں کھلے تو یقیناً چٹان ہو گی' پتھر ہو گا' زمین ہوتی' مٹی ہوتی تو اس میں پھول کھلتے۔ مٹی ہوتی تو اس پر سبزہ اگتا لیکن چٹانوں پر تو نہیں اگتا' برساتیں گزر جاتی ہیں' تجزیہ ہمیں اپنا کرنا ہے کہ میں مشت غبار ہوں یا کہیں سنگلاخ چٹان تو نہیں بن گیا۔ ہر فرد ہمیشہ اپنے فائدے کی سوچتا ہے اسلام یہ ہے کہ اپنا معاملہ رب پر چھوڑ کر دوسروں کا فائدہ سوچو۔ جب تم دوسروں کے لئے بہتر سوچو گے تو وہ کریم تمہارے لئے تمہاری سوچ سے زیادہ بہتری عطا فرمائے گا۔ اللہ کریم ہمیں محاسبہ کرنے کی' توبہ کرنے کی' اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے سینوں کو ہمارے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمائے۔ آمین۔

عشق رسول ﷺ

فرمایا۔ آؤ تمہارے دل میں چراغاں کر دوں۔ تمہارے دلوں میں جذبوں کے' محبتوں کے' عشق کے جلوس نکلیں چھوڑ دیار نقل کو چھوڑ و۔ آؤ سچ مچ کی روشنیاں جلائیں اور مطلع انوار کی طرف بڑھیں جہاں سے سورج کا ایک جہاں طلوع ہوتا ہے۔

اقتباس از کنز الطالبین

www.naqshbandiaowaisiah.com

شیطانی طائفوں کا توڑ

مولانا تھانویؒ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ اولیاء اللہ سے نسبت رکھنا' تعلق رکھنا یا ان پر اعتماد کرنا کوئی فرض یا واجب تو نہیں ہے کہ بندہ کسی ولی سے الگ ہو جائے تو اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا؟ فرمایا نہیں' نبی سے الگ ہوگا تو کافر ہو جائے گا' ولی کی ولایت کا انکار کفر نہیں لیکن فرمایا کہ عجیب بات یہ ہے کہ مرتے یہ بھی کفر پر ہی ہیں۔ جب وہ رشتہ ٹوٹتا ہے تو توفیقِ عمل سلب ہو جاتی ہے اور جب توفیقِ عمل سلب ہو جاتی ہے تو اس کی زد ایمانیات پر پڑتی ہے اور ہم نے یہ زندگی میں دیکھا ہے کہ بڑے بڑے' اچھے بڑے بڑے محنتی اور بڑے بڑے صاحبِ کشف دوست جب حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہوئے تو نہ صرف ان کی عملی زندگیاں تباہ ہوئیں بلکہ نورِ ایمان سے بھی محروم ہوتے دیکھے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 01-112002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم ۝

وَاِمَّا یَنْزَ غَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ .... وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُوْرُ

نویں پارے میں سورۃ اعراف کی یہ آخری رکوع کی آیت مبارکہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ یقیناً جو لوگ اللہ سے رشتہ ایمان مضبوط رکھتے ہیں' وہ لوگ جنہیں صفتِ تقویٰ حاصل ہے شیطان ان پر بھی حملہ آور ہوتے ہیں اور فرمایا طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی شیطانی وسوسہ ان کے دل میں آتا ہے یا کوئی شیطانی خیال دل میں آتا ہے.....چونکہ شیطان دل میں وساوس اور خیالات پیدا کرتا ہے' مشورے دیتا ہے' فرمایا جب ان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے تَذَکَّرُوْا اللہ کو یاد کرتے ہیں' چونک پڑتے ہیں' انہیں بات کھٹک جاتی ہے۔ چونکہ جو کچھ کتاب اللہ نے تعلیم فرمایا اس کی جو تعبیر و تعریف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمائی اس کے مخالف جو بات بھی آئے گی' جدھر سے بھی آئے گی وہ تو شیطان ہی کی حرکت ہو سکتی ہے اور یاد رہے یہاں بات بدکاروں کی نہیں ہو رہی' یہ بات پارساؤں کی ہو رہی ہے' نیک لوگوں کی ہو رہی ہے۔ اَلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ایسے لوگ جو متقی ہیں جنہیں وصفِ تقویٰ حاصل ہے ان میں یقیناً وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو ذاکر ہیں یا جنہیں اللہ نے قلب کی آنکھیں عطا کی ہیں اور صاحب کشف ہیں لیکن وہ اس بات سے بری نہیں ہیں کہ شیطان ان کے دل میں کچھ القاء نہیں کر سکتا۔ ہاں! ان کے پاس حفاظت کا ذریعہ یہ ہے کہ چونک پڑتے ہیں کہ یہ میرے مزاج یا میری تعلیم یا میرے علم یا میری تربیت کے خلاف بات کہاں سے آئی فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ تو فوراً وہ اس چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ یہاں مترجم نے بھی دو قوسوں کے اندر لکھا ہے اور دل کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگتے ہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں مکاشفات و مشاہدات حاصل ہیں' جن کے قلب کی آنکھیں وا ہیں ان پر بھی شیطان حملہ آور ہوتا ہے اور ان کے دل میں بھی وساوس ڈالتا ہے۔

بھئی عجیب بات ہے' حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جن لوگوں کے قلوب روشن ہوتے ہیں اور جو مستفیض ہوتے ہیں کسی شیخ سے شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل میں ایسی کوئی بات ڈال دی جائے کہ انہیں شیخ سے الگ کیا جا سکے۔ اب ظاہر ہے جس طرح دنیا میں کسی گھر میں جگمگ جگمگ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہو رہی ہے' ہر کمرے میں لائٹیں جل رہی ہیں' ہر طرف روشنی ہے تو چور کی پہلی کوشش یہ ہوگی کہ اس کی بجلی کا راستہ بند کرے' کہیں سے تار کاٹ دے' اس کا کوئی مین سوچ آف کر دے یا کوئی ذریعہ جو بھی اختیار کرے لیکن یہ روشنیاں اندر نہیں ہونی چاہئیں تاکہ اسے چوری کرنے میں آسانی ہو۔ تو جو لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں اور تجلیات باری سے اور برکاتِ نبوی سے ان کے سینے منور ہو جاتے ہیں' قلوب روشن ہو جاتے ہیں اور ظاہری آنکھوں سے جو نظر نہیں آتا ان پر اللہ کریم انعام فرماتے ہیں اور ان کو وہ بھید نظر آنے لگتے ہیں جسے کشف کہا جاتا ہے۔ تو وہ بے فکر نہ ہو جائیں کہ شیطان اب ان کی طرف سے فارغ ہو گیا ہے' بلکہ نہیں' شیطان ان کے ساتھ زیادہ محنت کرتا ہے اور اذا مسھم طٰئف من الشیطٰن ان پر شیطانوں کے طائفے حملہ آور ہوتے ہیں۔ یکے بعد دیگرے بدلتے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان سمندر کے پانی پر اپنا تخت لگاتا ہے اور پھر شیاطین سے ان کی کارکردگی کے متعلق رپورٹیں حاصل کرتا ہے اور جہاں کوئی ناکام ہو رہا ہوتا ہے وہاں اس سے زیادہ طاقتور کی ڈیوٹی لگاتا ہے' کسی دوسرے کو بھیجتا ہے۔ دو چار کو بھیج دیتا ہے۔ اسی میں مزید ہے کہ کوئی شیطان رپورٹ دیتا ہے کہ میں نے فلاں کی نماز قضا کرا دی' فلاں سے روزہ ضائع کروا دیا اور کوئی آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں گھر میں میاں بیوی میں ناچاقی کروا دی تو شیطان کہتا ہے کہ کرنے کا کام تو اس نے کیا' کہ ایک آدمی کا صرف نماز اور روزہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ ایک خاندان تباہ ہوگا' دین سے بھی دور ہوگا' دینوی پریشانیوں میں بھی مبتلا ہوگا۔ اسی طرح شیاطین کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر جو روشنی ہے' جہاں سے یہ آرہی ہے' جو پاور ہاؤس ہے' جہاں سے بجلی کی سپلائی اسے آرہی ہے اسے کاٹا جائے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان

شیطان سمندر کے پانی پر اپنا تخت لگاتا ہے اور پھر شیاطین سے ان کی کارکردگی کے متعلق رپورٹیں حاصل کرتا ہے

کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ ایک کام اگر میں کر لوں تو باقی سارے خود بخود ہو جائیں گے۔ توفیق عمل بھی اس سے جاتی رہے گی اور توفیق عمل کو آپ چھوڑیئے۔ تصوف میں جب آدمی شیخ سے کٹتا ہے تو دیکھا یہ گیا ہے کہ ایمان اور عقائد کا بچانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مولانا تھانویؒ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ اولیاء اللہ سے نسبت رکھنا' تعلق رکھنا یا ان پر اعتماد کرنا کوئی فرض یا واجب تو نہیں ہے کہ بندہ کسی ولی سے الگ ہو جائے تو اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا؟ فرمایا! نہیں' نبی سے الگ ہوگا تو کافر ہو جائے گا' ولی کی ولایت کا انکار کفر نہیں لیکن فرمایا کہ عجیب بات یہ ہے کہ مرتے یہ بھی کفر پر ہی ہیں۔ جب وہ رشتہ ٹوٹتا ہے تو توفیقِ عمل سلب ہو جاتی ہے اور جب توفیقِ عمل سلب ہو جاتی ہے تو اس کی زد ایمانیات پر پڑتی ہے اور ہم نے یہ زندگی میں دیکھا ہے کہ بڑے بڑے اچھے' بڑے بڑے محنتی اور بڑے بڑے صاحب کشف دوست جب حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہوئے تو نہ صرف ان کی عملی زندگیاں تباہ ہوئیں بلکہ نور ایمان سے بھی محروم ہوتے دیکھے۔ فرمایا! پھر ان کے ساتھ دوسرے لوگ لگ جاتے ہیں۔ چونکہ شیطان صرف جنّوں میں سے ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے شَیٰطِینَ الْجِنِّ وَالْاِنس انسانوں میں سے بھی لوگ شیطان بن جاتے ہیں شیطان کی پیروی کرتے کرتے' برائی کرتے کرتے انہیں شیطان کا اتنا قرب حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ شیطان ہی بن جاتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی کا مفہوم ہے کہ انسانوں میں سے جو شیطان ہوتے ہیں وہ جنوں والے شیطان سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں کہ جنوں والا شیطان تو صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے یہ ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ یہ کام کرو۔

فرمایا! پھر موقع آجاتا ہے ان کے بھائیوں کا' ان کی اس برادری کا جو دین سے دور ہوتی ہے' جو

www.naqshbandiaowaisiah.com

خود نور قلب سے محروم ہوتی ہے' نور ایمان سے بھی اور بعض اوقات ایسے بھی رشتہ دار ہوتے ہیں جنہیں کلمہ اور نور ایمان ہی نصیب نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو برائے نام مسلمان تو ہوتے ہیں لیکن کردار سارا کافرانہ ہوتا ہے۔ فرمایا! جب شیطان انہیں ایک طرف سے توڑتا ہے تو پھر ان کے بھائی انہیں برائی میں اور اللہ سے بغاوت میں کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ لوگ بھی برائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے ایک ساتھی کا۔ چونکہ عجیب واقعہ ہے اور اسی ضمن میں ہے اس لئے شاید کسی کیلئے باعثِ عبرت بن جائے۔ ایک مولانا ہوتے تھے اور اس زمانے میں ہوتے تھے جب ہم تھوڑے سے' چار پانچ ساتھی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے اور ابھی جماعت کا تصور نہیں بنا تھا اور لوگوں کو اللہ اللہ سکھانا اتنا عام نہیں ہوا تھا۔ تو وہ مولوی بھی تھے اور کسی سرکاری سکول میں ٹیچر بھی تھے۔ انہیں کسی عورت سے رغبت ہوگئی۔ شیطان کے طریقہ واردات ہوتے ہیں ناں۔ ان کا کوئی میلاپ کروادیا اس سے یا بے تکلفی کروادی اس سے۔ وہ اس چکر میں پڑ گئے کہ یہ عورت مجھے ملنی چاہئے۔ اور اس دیوانگی میں پھر انہیں خیال آیا کہ میں تو صبح شام اللہ اللہ کرتا ہوں اور تہجد پڑھتا ہوں اور تلاوت کرتا ہوں تو اس اذکار سے اور اس تلاوت سے تو اس کام میں مدد نہیں ملے گی جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ مولوی تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ کام تو شیطانی ہے کیونکہ میں ایک پرائی عورت پر نظر رکھ کر بیٹھا ہوں تو یہ تو شیطانی کام ہے تو اللہ اللہ کرنے سے تو یہ نہیں ہوگا۔ دیکھیں ناں شیطان کیا کیا باتیں بندے کے دل میں ڈالتا ہے۔ اس نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ابلیس کے نام کا وظیفہ کیا جائے۔ جتنا میں صبح شام اللہ کے نام کا کرتا ہوں اتنا ابلیس کے نام کا کیا جائے تو میرا کام ہو جائے گا۔ اور بڑی عجیب بات ہے کہ مولوی ہونے کے باوجود اس اللہ کے بندے نے اللہ اللہ کرنا چھوڑ دیا اور ابلیس ابلیس کرنے کا طریقہ اپنا لیا۔ مزید عجیب بات یہ ہے کہ اس عورت کے گھر میں فساد ہوا' اسے طلاق ہوئی پھر اس نے مولوی صاحب کے ساتھ شادی کی اس کا کام بھی ہو گیا۔ جو کچھ شیطان کے بس میں تھا اس نے کر دیا۔ لیکن یا ابلیس ابلیس کے وظیفے نے انہیں نور ایمان سے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ کر دیا۔

ایک بدنصیب نے حضرت رحمۃ اللہ کے خلاف ایک کتاب ترتیب دی۔ خدا جانے اس نے کیا لکھا کہ وہ کتاب پھر کسی نے دیکھی نہیں' چھپی نہیں' اب اس نے کوئی چھوٹا سا کتابچہ جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کیچڑ اچھالا گیا تھا مختلف الزامات لگائے گئے تھے تو لکھنے والے نے سوچا کہ میں خود تو چھپوا نہیں سکتا اور کوئی میری بات سنے گا نہیں تو یہ جو مولوی الگ ہوا ہے اس کی خدمات حاصل کی جائیں تو شائع ہوسکتا ہے۔ وہ اس سے جاکر ملا۔ مولوی صاحب تیار ہو گئے کہا کہ مجھے دو مسودہ میں چھپواتا ہوں۔ راولپنڈی کے قریب رہنے والے تھے رباط کے قریب' وہ مسودہ لے کر پنڈی گئے۔ تو اللہ کی شان کہ پریس والوں کو ابھی دیا نہیں کہ جاتے جاتے دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور بالکل جاتی رہی' اندھیرا ہو گیا' مولانا ہسپتال پہنچ گئے اب ڈاکٹروں نے معائنہ کیا آنکھوں کا ہر طرح سے' انہوں نے کہا کہ آنکھوں میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی آپ کو کیوں نظر نہیں آتا چونکہ میڈیکلی آپ کی آنکھوں میں یا کس نس میں کوئی پرابلم نظر نہیں آتا......... یہ واقعہ ہے۔ یہ سنی سنائی بات نہیں ہے' یہ واقعہ ہے جس کا میں عینی گواہ ہوں' تو ڈاکٹر پریشان ہو گئے۔ اس دوران مولوی صاحب کو خیال آیا کہ کہیں جو میں نے وہ کتاب چھاپنے کا ارادہ کیا ہے یہ اسی کی مصیبت تو نہیں' جانتے تو تھے کہ میں غلط ہوں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ حق پر ہیں۔ میں نے اللہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ چھوڑ کر شیطان کے نام کا وظیفہ شروع کر دیا ہے اور کفر اختیار کر لیا ہے۔ چونکہ عالم تھے' مولوی تھے' جانتے تو تھے' اب مولانا نے خلوص دل سے توبہ کی کہ میں یہ کتاب شائع نہیں کرواؤں گا۔ میں یہ مسودہ ضائع کر دوں گا' خدایا مجھے معاف دے دے۔ عجیب بات ہے کہ مولانا کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

مولانا واپس آئے' پھر مولانا کو خیال آیا کہ یہ اتفاق بھی تو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے بینائی بند ہو گئی پھر واپس آ گئی اور میں خواہ مخواہ پریشان ہو گیا۔ دو چار دن' دس دن بعد پھر مسودہ بغل میں دبایا پھر پنڈی جا پہنچے اور پھر وہی ہوا کہ کسی کو چھاپنے سے پہلے دینے کے لئے مولانا اندھے ہو گئے۔ پھر ہسپتال گئے پھر سارے ٹیسٹ ہوئے' انہوں نے کہا کہ کوئی خرابی نہیں ہے۔ تب مولوی نے کتاب چھاپنے سے توبہ کی اور مسودہ ضائع کر دیا۔ اس کے بعد وہ کسی نے دیکھا نہیں۔ میں بھی نہیں جانتا کہ اس میں لکھا کیا تھا چونکہ انہوں نے پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ یہ سمجھ آتی ہے کہ حد سے زیادہ ہی خرافات ہوں گی یا الزامات ہوں گے یا بیہودگی جس کی وجہ سے اللہ نے انہیں ظاہر کرنے کی توفیق نہیں بخشی۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس سب کے باوجود اس بے چارے کو توبہ نصیب نہیں ہوئی۔ تو لوگ اس طرح بھی ضائع ہو جاتے ہیں پھر ساتھ ساتھی مل جاتے ہیں جس طرح اسے ایک مل گیا کہ یہ کتاب چھپواؤ۔

فرمایا! پھر ان کی بغاوت یہاں تک جا پہنچتی ہے جو اس زمانے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تھے انہیں جب کسی موضوع پر آیت کریمہ نہیں ملتی تھی وہ کہتے کہ جی آپ اللہ کے رسول ہیں آپ اپنے پاس سے بنا دیجئے۔ کیونکہ اب اس بات کا فیصلہ تو کرنا ہے۔ اور آج کا جو بے دین طبقہ ہے ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں اور ناقابل عمل ہیں' کوئی کہتا ہے کہ اسلام کا معاشی

> جرمنی کے ایک وزیر نے جب "بش" کی بات کی تو اس نے کہا کہ یہ آج کا ہٹلر بن گیا ہے یعنی سب سے بڑی گالی جس پر امریکہ بھی لرز گیا

نظام ناقابل عمل ہے یہ ساری وہی باتیں ہیں اس زمانے میں ان کے کہنے کا انداز یہ تھا کہ یا رسول اللہ آپ اس بات کا حل نہیں پیش فرما سکے۔ جو اعتراض اس وقت نبی کریم ﷺ پر آتا تھا آج کے معترض کا اعتراض بھی براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات پر آتا ہے کہ جناب آپ نے ہمیں ایسا نظام دیا جو ناقابل عمل ہے۔ آپ نے وہ سزائیں تجویز فرمائیں جو وحشیانہ ہیں (معاذ اللہ) نقل کفر کفر نباشد۔ یہ جملہ کہنا ہی بندے کو ایمان سے خارج کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر اس پر توبہ نہیں کرتا اور اسی پر مرتا ہے تو کفر کی موت مرے گا۔

ارشاد ہوا' آپ فرما دیجئے کہ میں اس بات کا اتباع کرتا ہوں' اس کے پیچھے چلتا ہوں جو میرے رب کی' میرے پروردگار کی طرف سے مجھ پر وحی آتی ہے لہٰذا مجھ پر تم جو اعتراض کر رہے ہو یہ صرف میری ذات پر نہیں ہے بلکہ خالق کائنات کی ذات پر کر رہے ہو کیونکہ یہ سارا نظام' یہ سارے احکام' یہ سارے طریقے میرے بنائے ہوئے نہیں ہیں یہ اللہ کریم کی وحی ہے جو اس نے مجھ پر نازل فرمائی اور میرا فرض ہے کہ میں اسے اللہ کے بندوں تک پہنچا دوں۔ لہٰذا اگر تمہیں نابود سے بود کیا' تم نہیں تھے تو تمہیں پیدا کیا' خاک کے ذرات کو یہ شرف بخشا کہ انہیں انسانی قالب میں ڈال دیا اور اس میں عالم امر کی روح پھونک دی اور اسے انسان ہونے کا شرف عطا فرما دیا۔ آپ ﷺ انہیں بتا دیجئے کہ تم مانو یا نہ مانو' تم سمجھنا چاہو یا نہ چاہو تمہارے پروردگار کی طرف سے آنکھیں کھول دینے کے لئے یہ کافی ہے' اور یہ حقیقی ہدایت ہے' راہنمائی ہے ہر کام میں اور یہ اللہ کی رحمت ہے۔ یہ سارا دین اسلام جو ہے اس کا ایک ایک لفظ رحمت الٰہی ہے۔ یعنی یہ "بصائر" ہیں جنہیں دیکھ کر آنکھیں کھلتی ہیں اور حق و باطل کی تمیز آتی ہے یہ "ھدیٰ" ہیں' ہدایت ہیں'

www.naqshbandiaowaisiah.com

راہنمائی ہے اور یہ سارے کا سارا اللہ کی رحمت ہے' اسلام کے کسی بھی حکم کو ٹھکرانا رحمت الٰہی کو ٹھکرانا ہے۔ لیکن یہ ساری نعمتیں ایمان کے ساتھ نصیب ہوتی ہیں۔ انکار سے یہ برکات نصیب نہیں ہوتیں۔ پھر فرمایا' کوئی ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش تو کرے' کوئی ان باتوں کو سنے تو سہی۔۔ اگر ایک آدمی ان کو سنتا ہی نہیں' ان کا تجزیہ ہی نہیں کرتا۔۔۔۔۔ دنیا کے حالات کو دیکھے' اقوام عالم کو دیکھے' جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اسے دیکھے۔ جو قوانین اور جو طرز حیات مختلف تہذیبوں نے دیئے ہیں انہیں دیکھے اور پھر دیکھے کہ قرآن نے اور اللہ کے حبیب ﷺ نے کیا حکم دیا ہے تو تب جا کر اندازہ ہوگا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے اور جو سننا ہی گوارہ نہ کرے اس کی سمجھ میں کیا آئے گا۔ اس لئے فرمایا ''جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ سے اسی کو سنو اور خاموش رہو'' یعنی اپنی رائے کا اظہار نہ کرو' آپس میں باتیں نہ کرو' کسی دوسری بات کی طرف متوجہ نہ ہو' پوری توجہ سے اسے سنو تا کہ اللہ تم پر رحم کرے اور تمہیں تجزیہ کرنے کی اور حق کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن حکیم کی تلاوت تو سنت ہے تاکید فرمائی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلاوت قرآن کی لیکن اگر پڑھا جا رہا ہو تو سننا فرض ہے۔ اسی لئے غیر مقلدین حضرات کا جو موقف ہے کہ امام کی قرأت کافی نہیں مقتدی کو بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے اور بعد کی سورۃ بھی پڑھنی چاہئے۔ تو ان کا مسلک بھی یہ ہے کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی پیچھے پڑھ نہیں سکتا اس پر سننا فرض ہے۔ تو پھر کب پڑھے؟ وہ فرماتے ہیں کہ امام آمین کہنے کے بعد تھوڑا سا وقفہ دے دے گا اگلی سورۃ پڑھنے سے پہلے تو وہ پیچھے جو مقتدی ہیں وہ بھی پڑھ لیں یعنی اتنا تکلف کرنا پڑ رہا ہے انہیں۔

ساری بات تو اس ایک نظر کی ہے اس ایک سودے کی ہے' جن کا سودا پکا تھا وہ ڈٹے ہوئے ہیں

ایک واقعہ امام ابو حنیفہؒ کی سوانح میں ملتا ہے کہ کچھ غیر مقلدین ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اذنِ باریابی کے بعد انہوں نے کہا کہ ''فاتحہ خلف الامام'' یعنی امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھی جائے اس پر ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا تم آٹھ دس آدمی ہو' سارے عالم ہو۔ تم پہلے آپس میں بات کر لو جو بھی کرنا چاہتے ہو اور پھر اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا نمائندہ بنا لو کہ میں اس کی بات سنوں اسے جواب بھی دوں۔ میں ایک آدمی بات کروں گا اور آپ اگر دس آدمی بات کریں گے تو یہ تو مزہ نہیں آئے گا بات کرنے کا۔ آپ بے شک الگ بیٹھ جائیں آپس میں طے کر کے کسی ایک کو اپنا نمائندہ بنا لو۔ انہوں نے کہا کہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمارے استاد بھی ہیں انہی سے ہم نے پڑھا سیکھا ہے اور یہی ہمیں ساتھ لائے ہیں تو ہمیں اعتماد ہے یہ آپ سے بات کریں گے۔ ہم خاموش بیٹھے رہیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مسئلہ تو حل ہو گیا۔ جھگڑا تو اسی بات پر ہے کہ صرف امام بولے یا جتنے نمازی کھڑے ہوں سارے بات کریں۔ وہ بات تو تم نے مان لی کہ ہم تو خاموش بیٹھے ہیں صرف ہمارے استاد بات کریں گے تو مسئلہ تو تم نے قبول کر لیا کہ امام بات کرے اور باقی تمیز سے کھڑے رہیں۔ بات تو تم نے مان لی ہے اب مزید کیا بات کرنی ہے۔

تو قرآن کی تلاوت سنت ہے' مسنون ہے لیکن قرآن کا سننا فرض ہے۔ اور اسی لئے میں لوگوں کو سمجھایا کرتا ہوں کہ جو شبینے کے نام پر سپیکر پر قرآن پڑھواتے ہیں کہ اگر ساری رات آپ سپیکر پر تلاوت کریں گے تو جہاں تک آواز جائے گی ان سب لوگوں کیلئے خاموش بیٹھ کر قرآن سننا فرض ہو جائے گا۔ اور سارا شہر کیسے خاموش بیٹھ سکتا ہے۔ ممکن نہیں ہے ان کے لئے' کوئی رفع حاجت کیلئے جائے گا' کوئی کھانے کے لئے جائے گا کوئی آپس میں باتیں کرے گا

تو اس سارے کا گناہ انہیں بھی نصیب ہوگا اور کروانے والے کو بھی نصیب ہوگا۔ کیا یہ خوبصورت بات نہیں ہے کہ سپیکر باہر نہ لگایا جائے۔ مسجد میں یا کمرے میں جہاں پڑھا جائے' اندر تلاوت ہو رہی ہو جو اندر آئے باوضو ہو کر آئے جتنی دیر جاگ سکتا ہے جاگے' سنے' جب سمجھے کہ میری برداشت جواب دے گئی ہے تو اٹھ کر چلا جائے۔ اس میں قرآن کا احترام تو ہے شبینہ کروانے والے کی شاواشاوا نہیں ہوتی' بس۔

مسئلہ صرف یہ ہے کہ اس میں نہ کوئی بریلوی آتا ہے' نہ دیوبندی آتا ہے' جو پڑھ رہا ہوتا ہے وہ قرآن کے الفاظ پہنچانے سے زیادہ اپنی شہرت پہنچانا چاہتا ہے۔ اور ایسی چیزیں تبھی ہوتی ہیں جب قرآن سے رشتہ کمزور ہو جاتا ہے تو فرمایا' جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر اللہ رحم فرمائے۔ تم پر رحم کیا جائے اور پھر ایک عجیب حکم ارشاد فرمایا' اپنے پروردگار کا ذکر کراے مخاطب اپنے دل میں' نہایت عاجزی کے ساتھ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اور اس کی عظمت کے سامنے اپنی بے بسی کو دیکھتے ہوئے اپنی کمزوری کو دیکھتے ہوئے اس کے جلال و عظمت سے ڈرتے ہوئے اس کے قہر و غضب سے ڈرتے ہوئے نہایت خلوص سے اس کا ذکر کر اپنے دل میں کر اور آواز نہ نکلے' آواز بلند نہ ہو۔ کسی دوسرے کے لئے پریشانی نہ بنا ہر لمحہ' ہر گھڑی بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ "غدو" کا مطلب صبح ہوتا ہے اور اصال کا مطلب شام یعنی صبح شام' لیکن یہ عربی محاورے میں اس کا مطلب ایسے ہی بنتا ہے جیسے انگریزی محاورے Round the clock کا ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ چوبیس گھنٹہ میں ہر لمحہ یہ ترجمہ ہے اس عربی محاورے بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ یعنی صبح شام دن رات کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہ ہو۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اب اس کی وضاحت اس اگلے حصہ نے کر دی کہ کبھی غافل مت ہو۔

اب غفلت جو ہے یہ الگ بات ہے کہ کوئی ایک سال غافل رہا' کوئی دس سال غافل رہا' کوئی ساٹھ سال غافل رہا' وہ بھی غفلت ہے لیکن جو ایک دن غافل رہا وہ غفلت نہیں ہے۔ اس سے چھوٹی سہی' اس سے تھوڑی سہی' ہے تو غفلت۔ اگر کوئی ایک دن کی بجائے آدھا دن غافل رہا' آدھا گھنٹہ غافل رہا' تو بھی غفلت ہے اور کوئی ایک لمحہ غافل ہو گیا تو وہ بھی غفلت ہے۔ غفلت تو غفلت ہے ناں۔ اب اس کی لمبائی میں یا اس کے اوقات میں فرق ہے تو فرمایا کبھی غافلوں میں سے مت ہو۔

جتنے لوگوں کو ذکر قلبی پر اعتراض ہوتا ہے انہیں بار بار یہ آیت کریمہ پیش کی ہم نے اور کہا کہ اس کے مطابق کوئی طریقہ ذکر آپ بتا دیں ہمارے مشائخ اور ہمارے اساتذہ' اللہ ان پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے یہی سمجھا کہ اللہ کے نام کو ہر سانس کی آمد و شد کے ساتھ جوڑ دیا جائے' دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ جھوڑ دیا جائے تو دل جب بھی دھڑکے اللہ کا نام لے' سانس جب بھی اندر جائے' باہر آئے' اللہ کا نام لے۔ ارادتاً بھی لے غیر ارادی طور پر بھی لے' جاگتے بھی لے سو جائے تو بھی لے' ہوش میں ہو تو بھی لے' بے ہوش ہو جائے تو بھی لے چونکہ سانس کی آمد و شد بھی جاری رہتی ہے دل کی دھڑکن بھی جاری رہتی ہے اور اس کی کوئی اور تصویر بن بھی نہیں سکتی کہ کس طرح سے اس پر عمل کیا جائے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ اللہ کا ذکر' اپنے پروردگار کا ذکر کر اپنے دل میں تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ نہایت عاجزی کے ساتھ اس کی جلالت و عظمت سے ڈرتے ہوئے اور بغیر آواز نکالے ہوئے بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ہر لمحہ' ہر گھڑی وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور کبھی غافلوں میں سے نہ ہونا۔ یہ انسان کے بس کی بات ہی نہیں اور از خود کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ یہ کمال برکاتِ نبوت کا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قلبِ اطہر سے جو برکات نصیب ہوئیں صحابہ کو تو ہر صحابی کو ایک خصوصیت عطا ہو گئی اور وہ یہ تھی قرآن کریم بتاتا ہے کہ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کہ ان کے بدن کی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ہر ذرہ بدن ذاکر ہو گیا۔ یعنی عظمت صحابہ یہ ہے کہ جس پر نبی کریم کی نگاہ پاک پڑی یا جس نے اپنی آنکھوں سے ایمان کی حالت میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا اس ایک نظر نے' اک نگاہ میں بدن کا ذرہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ذرہ ذاکر ہو گیا اور وہ غفلت سے نکل گیا۔

ایک نگاہِ محمد رسول اللہ ﷺ کی جن پتھروں پر پڑی انہوں نے کلمہ پڑھا۔ جن درختوں پر پڑی انہوں نے درود پڑھے۔ جن قلوب پر پڑی ان کے وجود کا ذرہ ذرہ اللہ کا ذاکر ہو گیا۔ تو گویا ذکر قلبی اگر کہیں سے نصیب ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندے کو بھی کسی رشتے سے نصیب ہو رہا ہے اور یہ بارگاہِ نبوی سے منسلک ہے کیونکہ یہ کمال صرف نبوت کا ہے اور یاد رکھیں' نبی بھی قوم کا لیڈر ہوتا ہے۔ اور بے شمار لیڈر ہوتے ہیں دنیا میں اور عالمی سطح کے اپنے لیڈر ہوں یا ایسے انقلابی لوگ ہوں جنہوں نے ملکوں کی کایا پلٹ دی جنہوں نے بین الاقوامی طور پر دنیا میں ہل چل مچا دی لیکن یاد رکھیں نبی صرف الفاظ نہیں بانٹتا' نبی دلوں کے حال بھی بانٹتا ہے' کیفیات بھی بانٹتا ہے باقی ساری لیڈر شپ صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ جب یہ لفظوں کا جادو اترتا ہے تو اسی لیڈر کو وہی قوم اس کے نام پر جوتے مارتی ہے۔

روس کے انقلاب کا سارا کریڈٹ تو سٹالن کو جاتا ہے اور ان قائدین کو جاتا ہے جنہوں نے بنیاد رکھی۔ ایک زمانے میں جگہ جگہ ان کے مجسمے نصب کیے گئے' لیکن آپ نے دیکھا کہ پون صدی نہیں گزری تھی کہ اسی قوم نے' انہی روسیوں نے ان کے نام پر جوتے مارے اور وہ مجسمے کرینوں سے اور ٹینکوں سے باندھ باندھ کر گھسیٹ کر سڑکوں پر گرا دیئے اور توڑ کر پھینک دیئے۔ چین میں ماؤزے تنگ ایک بڑا انقلاب لایا' آج ماؤزے تنگ کے خلاف چین کی ہر دیوار پر لعنت لکھی ہوئی ہے۔ ہٹلر نے جرمن قوم کی قیادت کی اور روئے زمین کو جنگ میں مبتلا کر دیا۔ جرمنوں کو اس پر فخر ہوتا تھا' آج جرمنوں کیلئے ہٹلر کا نام گالی بن چکا ہے۔ جرمنی کے ایک وزیر نے جب ''بش'' کی بات کی تو اس نے کہا کہ یہ آج کا ہٹلر بن گیا ہے۔ یعنی سب سے بڑی گالی جس سے پورا امریکہ بھی لرز گیا اور ناراض ہوئے کہ اس نے ہمارے صدر کی توہین کی ہے' اس نے کہا کہ یہ آج کا ہٹلر ہے جسے آپ امریکہ کا صدر بش کہتے ہیں۔ یہی لیڈر تھے ناں جن کے کہنے پر ساری قومیں قربان ہو گئیں آج انہیں جوتے مار رہی ہیں۔ صرف الفاظ تھے ناں۔ جب الفاظ کا جادو اترا تو لوگ ہوش میں آ گئے لیکن نبی تو ساتھ دلوں کی کیفیات بانٹتا ہے۔ آج کا گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی جب نام نامی محمد رسول اللہ ﷺ کا آتا ہے اس پہ جان دینا وہ کوئی مشکل نہیں سمجھتا۔ عجیب بات ہے نماز چھوڑ دیتا ہے' عجیب بات ہے وہ روزے نہیں رکھتا' عجیب بات ہے کہ دنیا داری میں محو ہو جاتا ہے لیکن جب بات دین کی آتی ہے' قرآن کی آتی ہے' نبی کی آتی ہے تو وہ بے نماز' نمازیوں سے پہلے جان لے کر حاضر ہو جاتا ہے' یعنی وہ محبت جو دلوں میں اتر جاتی ہے اسے کوئی نکال نہیں سکتا' اور یہی کمال ہوتا ہے نبوت کا کہ جو وہ صدیاں زمانے کو بدل گئیں' رسومات کو بدل گئیں لباس کو بدل گئیں' خوراک کو بدل گئیں' دنیا کی ہر شے تبدیل ہو گئی' سوائے عشقِ محمد رسول اللہ ﷺ کے کہ وہ جیسا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ جوبن میں آتا چلا جاتا ہے۔ لوگ کٹ گئے' مر گئے' تباہ ہو گئے' دامان شریعت نہیں چھوڑا۔

کتنی غیر مسلم دنیا زور لگا چکی اور کتنے مظالم توڑ چکی اور کتنی شدت سے توڑ رہی ہے جہاں نور ایمان تھا وہ برداشت کر رہے ہیں اور جہاں نور ایمان نہیں تھا' جہاں منافقین تھے وہ ایک دھمکی سے ہی ڈر گئے۔

ساری بات تو اس ایک نظر کی ہے' اس ایک سودے کی ہے' جن کا سودا پکا تھا وہ ڈٹے ہوئے ہیں' مر رہے ہیں' دامانِ نبوت نہیں چھوڑتے۔ اور جنہوں نے کیا ہی نہیں صرف نام مسلمانوں جیسے رکھوالئے ہیں وہ ایک ٹیلی فون پر ہی دبک کر بیٹھ گئے۔ کیسی عجیب بات ہے۔

تو میرے بھائی یہ نعمت' یہ ذکر دوام قرآن جس کا حکم دے رہا ہے اس سارے نصاب کا حصہ ہے' ان سب آیات کا حصہ ہے' ان سب احکام کا حصہ ہے جو قرآن نے بتائے اور ھدیٰ اور رحمت کے نام سے ارشاد فرمائی ہیں اور پھر ذکر کا حکم دیا ہے۔ پھر جس نے وہ آیات تعلیم فرمائی ہیں اسی کا قلبِ اطہر' قلوب کو اس طرح منور کر سکتا ہے' علماء ظواہر' وہ آیات پہنچاتے ہیں اور اہل اللہ آیات بھی پہنچاتے ہیں اور اس کے ساتھ کیفیات بھی پہنچاتے ہیں۔ اب یہ ہر شخص پر ہے کہ اپنے اندر طلب پیدا کرے' تلاش کرے' اللہ کسی طالب کو محروم نہیں رکھتا۔

متحدہ مجلس عمل کے کرنے کے کام

آئین پاکستان میں یہ جملہ موجود ہے کہ جو قوانین قرآن وسنت سے متصادم ہوں گے وہ ختم کر دیئے جائیں گے اور جتنے نئے قوانین بنیں گے وہ قرآن وسنت کے مطابق بنیں گے۔ اگر اس شق پر عمل درآمد کیا جائے تو نفاذ اسلام کیلئے کسی الگ کوشش کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی آئین ودستور کافی ہے نفاذ اسلام کے لئے..

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان، منارہ 18-10-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُہَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُوْرُ

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

ارشادِ باری ہے کہ زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے

رشاد ہے اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o

اے اللہ ملک تیرا ہے، حکومت تیری ہے، سلطنت تیری ہے اب تو جسے چاہتا ہے وقتی طور پر اسے حکومت دے دیتا ہے حکمران بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے اقتدار اور اختیار چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اسے عزت عطا کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے عزت چھین لیتا ہے اور ذلت و رسوائی اس کے حصے میں آجاتی ہے۔

تمام بھلائیاں، تمام امور تیرے دست قدرت میں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے، حالاتِ حاضرہ کی تصویر جو بین الاقوامی طور پر بنتی ہے اس میں باعمل مسلمانوں کیلئے کسی جگہ کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ جو بھی اپنی زندگی کو اسلام کے مطابق بسر کرنا چاہتا ہے اسے اسی دنیا میں پل صراط پر چلنا پڑتا ہے اور غیر اسلامی دنیا ہر باعمل مسلمان کو اچھا انسان باور کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ عام انسان بھی باور کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس کے ساتھ دہشت گرد کا، قاتل کا، ڈاکو کا اور بڑے ظالم انسان کا تصور چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ قادر ہے کہ گزشتہ 55 سال سے جس نعرے کے لئے اہل وطن تڑپتے رہے، قربانیاں دیتے رہے، شور مچاتے رہے، شب بیداریاں کرتے رہے، دعائیں کرتے رہے............ پتہ نہیں کس کی بات اسے منظور ہوئی کس کی ادا پسند آئی کہ اس ماحول میں جس میں کسی دیندار آدمی کو کوئی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے، اس نے پاکستان میں علماء کو اور دینی قیادتوں کو اقتدار و اختیار کی منزل تک پہنچا دیا۔

یہ ایک ایسی عجیب بات ہے کہ اس نے اقوام عالم کو بھی حیران کیا، یہ ایسا عجیب واقعہ ہے کہ اس نے حکومت پاکستان کو بھی حیران کیا اور یہ ایسا عجیب واقعہ ہے کہ اس نے خود علماء کرام کو بھی حیران کر دیا ہے کہ یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔ اسی طرح ہم جیسے عام لوگ بھی حیران ہوئے، کوئی بھی اس کی توقع اور امید نہیں کر رہا تھا لیکن اس قادر مطلق کے اپنے پروگرام ہیں۔ بڑی بڑی تحریکیں چلیں اور لوگوں نے بے شمار قربانیاں دیں، بڑی محنتیں کیں لیکن یہ کام نہ ہو سکا اور جب ہونے پر آیا تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا بلکہ میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ دینی سیاسی جماعتوں کے بھی وہم و گمان میں نہیں تھا

کہ انہیں اس طرح سے کامیابی نصیب ہوگی۔

الحمدللہ، ہر اس بندے کو جسے اسلام سے، انصاف سے، عدل سے، عظمت الٰہی سے دین پیغمبر ﷺ سے محبت ہے اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ لیکن اقتدار و اختیار کبھی پھولوں کی سیج نہیں ہوتا۔

ہمارے سابقہ وزراء اعظم ہمیشہ یہ شکایات کرتے رہے ہیں کہ ہمارے خلاف سازشیں ہوتی ہیں، ہمیں نکال دیا جاتا ہے۔ ان سادہ لوگوں سے کوئی پوچھے کہ سازش اگر حکمران کے خلاف نہیں ہوگی تو کیا خانہ بدوش کے خلاف ہوگی، حکومت کا کمال تو یہی ہے کہ آپ سازشیوں کو ناکام کر کے اور مثبت کام کر کے، تعمیری کام کر کے ایک خلق خدا کو اپنے ساتھ ملا لے تا کہ جو مٹھی بھر سازشی عناصر ہیں وہ آپ کے خلاف کامیاب نہ ہوسکیں۔ اب یہ عذر، میری ذاتی رائے میں، علمائے کرام کی طرف سے قابل قبول نہ ہوگا کہ ہمارے خلاف سازش ہوگئی ہے۔ کیونکہ اب ہر دردمند دل کی تمنا ہے کہ ہمیں صرف مولوی نہیں، ہمیں اسلام چاہئے۔ مولوی اسلام کا نمائندہ ہے، مولوی اسلام کا خادم بھی ہے، اسلام کا رکھوالا بھی ہے۔ مولوی کو اسلام نے بہت زیادہ عزت بھی دی ہے اور مولوی کے ذمے اسلام کے لئے ہر چیز کی قربانی بھی واجب ہے۔ بیک وقت وہ خادم بھی ہے، مخدوم بھی ہے امیر بھی ہے، اطاعت گزار بھی ہے لیکن کیا مولویوں کی حکومت رات دن میں کوئی کایا کلپ کر دے گی؟ ممکن نہیں ہے۔ عام آدمی کی توقع یہ ہے کہ اسمبلی بنے اور اس میں علمائے حق آئیں اور صدر پاکستان اقتدار اور اختیار انہیں سپرد کرے اور انتقال اقتدار ہو۔ فوج آبرومندانہ طریقے سے اپنے فرائض منصبی کی طرف متوجہ ہو اور ملکی نظم و نسق نئی حکومت کے حوالے کیا جائے اور جب یہ ہو چکے گا جس کے متعلق صدر مملکت کا ارشاد ہے کہ یکم نومبر تک یہ مکمل ہو جائے گا۔ تو یکم نومبر تو دور نہیں ہے۔ بہرحال جب یہ ہو جائے گا تو ہر آدمی کی یہ توقع ہوگی کہ علماء کا وزیراعلیٰ ہونا

> **میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ دینی سیاسی جماعتوں کے بھی وہم وگمان میں نہیں تھا کہ انہیں اس طرح سے کامیابی نصیب ہوگی**

صوبے کی تقدیر بدل دے گا اور کسی مولوی کا وزیراعظم ہونا کسی ملک کی تقدیر بدل دے گا۔ لیکن انسانوں کی تقدیر بدلنے کے لئے کوئی جادو کی چھڑی ایجاد نہیں ہوئی کہ مولوی اس سے کام لیں گے اور ایک دم لوگ بدل جائیں گے۔

پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ........ پہلی بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلا کام آئین کی بحالی ہے۔ آئین پاکستان کی بحالی ہے۔ آئین پاکستان کی بحالی سے یہ مراد نہیں ہے کہ PCO چلا جائے اور 73ء کا آئین آ جائے اور بس بات ختم۔ یہ آئین تو پی سی او کے آنے سے پہلے بھی بحال تھا۔ آئین کی بحالی سے یہ مراد ہے کہ آئین پر واقعی عمل درآمد کیا جائے، اسے محض کتابوں میں ہی نہ رہنے دیا جائے۔

پہلی فوجی حکومت نے آئین معطل رکھا اور اپنے انداز سے کام کرتی رہی پھر اسمبلیاں آئیں، آئین بحال ہوا، لیکن آئین پر عمل درآمد کسی نے نہیں کیا۔ پھر حکومتیں آتی جاتی رہیں اور باری کے بخار کی طرح باری بن گئیں اس باری کی حکومتوں میں بھی آئین بحال تھا، آئین موجود تھا لیکن آئین پر عمل درآمد نہیں ہو پایا اور اندھے کی ریوڑھیاں تھیں جو بانٹی جاتی تھیں۔ حکمران جسے چاہتے تھے اسے نواز دیتے جسے نہ چاہتے اسے پس دیوار زنداں دھکیل دیتے تھے اور یہ آئین نہیں تھا۔ اب اگر آئین بحال ہو اور اس اسمبلی میں بحال ہو جس میں اکثریت علماء کی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آئین پر عمل درآمد شروع کرایا جائے اور آئین میں جو جس آدمی کا حق ہے وہ اس کو دیا جائے۔ جو عزت واحترام پاکستانی شہری کا حق ہے اسے دی جائے۔ جو تحفظ اقلیتوں کا حق ہے انہیں دیا جائے۔ جو انصاف اہل وطن کا حق ہے انہیں دیا جائے۔ جس طرح ان کی کفالت حکومت کے ذمے ہے، ان کے کھانے پینے کا روزگار کا مزدوری کا اہتمام کیا جائے۔

آئین پاکستان میں ایک بنیادی بات ہے اور وہ بہت اہم ہے۔ آئین پاکستان میں یہ جملہ موجود ہے کہ جتنے قوانین قرآن

www.naqshbandiaowaisiah.com

وسنت سے متصادم ہوں گے وہ ختم کر دیئے جائیں گے اور جتنے نئے قوانین بنیں گے وہ قرآن وسنت کے مطابق بنیں گے۔ یہ آئین کا حصہ ہے۔ یہ جملہ 1973ء کے آئین کا حصہ ہے کہ آئین کے وجود میں آنے کے بعد اور اس کی تنفیذ کے بعد جتنے بھی قانون ملک میں رائج ہیں ان میں جو بھی قانون قرآن وسنت کے خلاف ہوں گے انہیں ختم کر دیا جائے گا۔ اور ان کی جگہ جو قوانین بنائے جائیں گے یا جو نئے قوانین بنائے جائیں گے وہ قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے اگر اس شق پر عمل درآمد کیا جائے تو نفاذ اسلام کیلئے کسی الگ کوشش کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی آئین ودستور کافی ہے نفاذ اسلام کے لئے۔ لیکن یہاں ہوتا یہ ہے کہ وزیراعظم بھی، اسمبلی بھی، وزرائے کرام بھی حلف لیتے ہیں اللہ کے نام کی کتاب پر اور حلف لیتے ہیں آئین ودستور کی حفاظت کا اور ملک سے وفاداری کا اور قوم کی بہتری کا حلف لینے کے بعد آئین کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور ہر کوئی اپنی مرضی کے کام کرتا ہے۔ حتٰکہ ہماری فوج جو قرآن پر حلف لیتی ہے، سپاہی ہو یا افسر، جب اس کی ٹریننگ مکمل ہوتی ہے تو اس سے حلف لیا جاتا ہے، آئین کے تحفظ کا، ملک کے تحفظ کا، قوم کی خیر خواہی کا۔ لیکن ہوتا کیا ہے.........؟ یہ جو فوجی حکومتیں آتی ہیں اس کی کوئی گنجائش ہے آئین میں؟ اس کا مطلب ہے کہ آئین کو پامال کر کے آتی ہیں اور پھر آئین کو معطل کر دیتی ہیں اور اپنی من مانی کرتی ہیں۔ تو جو قسم انہوں نے پاسنگ آؤٹ پریڈ میں کھائی تھی وہ کہاں گئی۔ اب اگر علماء کو اللہ نے موقع دیا ہے تو اس چور دروازے کو بند کرنا ہوگا اور ایک ایسا طرزِ عمل اپنانا ہوگا کہ فوج ہو یا سویلین ہوں کوئی بھی آئین کے خلاف جانے کی جرات نہ کرے۔ ایک ایسا ماحول استوار کیا جائے، ایک ایسا معاشرہ بنایا جائے....... ہم اغیار کی طرف دیکھتے ہیں۔ آج کل دنیا میں امریکہ کا طوطی بول رہا ہے اور بلاشرکت غیرے امریکہ خود کو دنیا کا حاکم سمجھتا ہے اور دنیا اسے سپر پاور، عظیم طاقت کے نام سے یاد کرتی ہے۔

جب اسلام بدوؤں کے خیموں سے نکل کر نوع انسانی کو آواز دے رہا تھا اس وقت امریکہ کہاں تھا۔

"The Wild Wild West" تھا جنگلی لوگ تھے، خونخوار لوگ تھے، درندے تھے، اسلام نصف صدی میں معلوم دنیا کے تین چوتھائی حصے پر پھیل گیا۔ یہ کیسے ممکن ہوا کہ اسلام نے ہر فرد کے انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی، وہ خواہ اسلام کو مانتا ہو یا نہیں وہ مومن ہے یا کافر، اس کے انسانی حقوق پامال نہیں کئے جائیں گے۔ اس کی جان مال، آبرو کا تحفظ ہوگا، اسے روزی کے وسائل میں شریک کیا جائیگا، علاج معالجے کی، تعلیم کی سہولتیں اس کو پہنچیں گی۔ اسی طرح مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ جہاں بھی اللہ کی مخلوق پر ظلم ہو رہا ہو اسے روکا جائے اور مظلوم کی مدد کی جائے اور تب تک مقابلہ کیا جائے جب تک ظالم ظلم سے باز نہیں آجاتا۔ کسی قوم سے دشمنی نہیں ہے، کسی فرد سے دشمنی نہیں ہے، کردار سے دشمنی ہے جو ظالمانہ ہے۔ ظالمانہ کردار چھوڑ دے تو جنگ ختم اس میں بنیاد آئین ودستور تھا۔

آج امریکہ کیوں سپر پاور ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان کٹ جاتے تھے لیکن آئین ودستور سے ہٹنے کا سوچتے بھی نہیں تھے۔ قانون کو یہ اہمیت امریکہ نے بھی دی اور آج بھی دے رکھی ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا حاکم غیر قانونی طور پر کسی چھوٹے سے چھوٹے بندے کو انگلی نہیں لگا سکتا۔ کوئی بڑے سے بڑا زمیندار کسی چھوٹے سے چھوٹے معمولی مزارع کو تھپڑ نہیں مار سکتا، حتٰکہ بل کلنٹن امریکہ کا صدر تھا اور اس کے خلاف جب الزام لگے اور اس کے خلاف تفتیش شروع ہوئی تو ایک عام وکیل کو جج مقرر کر دیا گیا اور صدر امریکہ چھ چھ گھنٹے ایک لوہے کی کرسی پر بیٹھ کر اس کے سوالوں کے جواب دیتا رہا۔ کیوں..........؟ یہ قانون تھا اور قانون کے آگے صدر بھی بے بس ہے۔

ایک چھوٹا سا جملہ امریکن بولا کرتے ہیں کہ "This is the Law" کہ یہ قانون ہے۔ پھر بات ختم ہو جاتی ہے۔ پھر اس سے آگے کوئی نہیں بول سکتا۔ یہ سکھایا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھا، یہ دولت تو مسلمانوں کی تھی........... جہاں اب عالم یہ ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی قانون کو توڑنا باعث فخر سمجھتا ہے حتٰکہ چوک میں اگر بتی سرخ ہو جائے تو ہم گاڑی بھگا کر لے جاتے ہیں اور پھر خوش ہوتے ہیں کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں نے جی سرخ بتی کی پرواہ نہیں کی' میں بڑا مرد آدمی ہوں' میں نے قانون توڑ دیا۔ اس سرخ بتی کے اشارے سے لے کر عہدہ صدارت تک ہر آدمی قانون کو روند کر خوش ہوتا ہے جبکہ بقا اور عظمت قانون کے احترام میں ہے۔ تو میری ذاتی رائے میں علمائے کرام کو اسمبلی میں بیٹھ کر سب سے پہلے اس دولتِ گم گشتہ کو بازیاب کرنا چاہئے اور آئین کو نہ صرف بحال کر دیا جائے بلکہ اس کی بحالی کا معنی یہ ہو کہ آئندہ ہر کام آئین کے مطابق ہوگا۔ اور آئین کی عظمت ایک ایک بندے کے دل میں بٹھائی جائے تاکہ کوئی بھی آئین کو توڑنے کی سوچے ہی نہیں اور اگر کوئی آئین کو پامال کرتا ہے تو اسے ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ کوئی اس بندے کی پیروی کرنے پر تیار نہ ہو۔ کیونکہ قوموں کی زندگی جزا وسزا میں اللہ کریم نے رکھی ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ اگر تم اہل دانش ہو تو یہ بات سمجھ جاؤ کہ بدلے میں اور قصاص میں قوموں کی زندگی ہے۔ جہاں ظلم ہوتا ہے اور درگزر کر دیا جاتا ہے وہاں قومی زندگیاں تباہ ہو جایا کرتی ہیں۔ جہاں کوئی تگڑا آدمی جرم کرے اور اسے سفارش اور رشوت پر چھوڑ دیا جائے اور غریب جرم کرے تو اسے سزا دی جائے وہ قومیں پھر پھلتی پھولتی نہیں ہیں۔ جہاں قانون سب کو ایک نظر سے دیکھے اور جو جرم کرے اپنے جرم کی سزا پائے' یہ قومی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اگر قانون کی یہ بنیادی شق اپنے پورے مفہوم کے ساتھ زندہ کر دی جائے تو ہماری قومی زندگی میں انقلاب آ سکتا ہے رشوت خوری کی لعنت ختم ہو سکتی ہے۔ جائز طور پر ضرورتیں پوری ہو سکتیں ہیں۔ مہنگائی کا عفریت کنٹرول ہو سکتا ہے۔ مہنگائی اس وقت ہوتی ہے جب زندگی کے وسائل کو روک لیا جاتا ہے۔ مثلاً گندم زندگی کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح تیل یا گھی زندگی کا ذریعہ ہے اور دودھ زندگی کا ذریعہ ہے' انسانی غذا اور لباس زندگی کا ذریعہ ہے چینی زندگی کا ذریعہ ہے.......اب کرتے کیا ہیں کہ بڑے بڑے

صرف ایک ہستی کے پردہ فرمانے سے قیامت تک کے لئے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایک فرد کے اٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا.........؟

لوگ ان چیزوں کو سٹاک کر کے اس کی قیمت اوپر لے جاتے ہیں اور جب چیز مہنگی ہو جاتی ہے تو مال مارکیٹ میں آ جاتا ہے۔ لیکن آئین ودستور کے مطابق یہ حرام ہے۔ ضروریات زندگی کا ذخیرہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بھوسے کا ذخیرہ کر سکتے ہیں آپ پھل کا ذخیرہ کر سکتے ہیں' آپ ایسی چیزوں کا ذخیرہ کر سکتے ہیں کہ آج سستی ہے خرید لو' کل مہنگی ہوگی تو بیچ دیں گے لیکن جو چیزیں ضروریات زندگی میں آتی ہیں ان کا ذخیرہ حرام ہے۔ اب اگر کسی ایک شق پر عمل درآمد ہو جائے اور کوئی شخص ضروریات زندگی کا ذخیرہ نہ کر سکے بلکہ ہر چیز مارکیٹ میں ہو تو آدھی مہنگائی تو اس سے ہی کنٹرول ہو جائے۔

حکومت ٹیکس لگاتی ہے تیل کی قیمتیں بڑھاتی ہے لیکن حکومت یہ تکلیف نہیں کرتی کہ جو ٹیکس اس نے لگایا ہے اس تک کتنا پہنچا۔ حکومت کو چاہئے کہ اسے پتہ ہو کہ کتنے لوگ ہیں ملک میں' ان میں سے کتنے لوگوں پر یہ ٹیکس لگا۔ اس کی رقم کتنی بنتی ہے اور ہمارے پاس کتنی پہنچی ہے۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا۔ ٹیکس لگ گیا' محکمے آئے' اب ایک آدمی کا اگر پچاس ہزار ٹیکس بنتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس طرح کرو کہ ہمیں دس ہزار دے دو اور دس ہزار جمع کروا دو تمہیں تیس بچ جائے گا۔ اب یہ دیکھنا تو حکومت کا کام ہے کہ ہمیں کیا وصول ہوا۔ اگر پچاس والا دس ہزار دے رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جو انہوں نے ٹیکس لگائے تھے اس کا پانچواں حصہ حکومت کو پہنچا تو حکومت کو اتنی عقل نہیں ہے کہ وہ یہ اندازہ کرے کہ انہیں کیوں پانچواں حصہ پہنچا۔ یا وہ بندے پیش کرو جنہوں نے نہیں دیا اور اگر انہوں نے نہیں دیا تو کیوں نہیں دیا۔ کس نے سودا بازی کی اور درمیان میں سے کون کھا گیا۔ یہ پوچھے بغیر ٹیکس بڑھا دیا جاتا ہے۔ کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ پانی کہاں مر رہا ہے۔ راستے میں کہاں غائب ہو رہا ہے کہ اسے روکا جائے' نہیں.....اور بڑھا دو.......لوٹ مچی ہوئی ہے......اب اگر دو روپے آپ نے ڈیزل بڑھا دیا تو کیا حکومت کے پاس تمام فیکٹس اور فگرز موجود نہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہ ملک میں روزانہ کتنے گیلن ڈیزل بکتا ہے۔ ایک ایک پمپ کی روداد موجود ہے جہاں سے پمپوں کو تیل ایشو ہوتا ہے وہاں کی روداد بھی..... کیا حکومت کے لئے مشکل ہے کہ وہ محاسبہ کرے کہ دو روپیہ فی لیٹر اگر بڑھا ہے تو کتنے کروڑ لیٹر روزانہ فروخت ہوتا ہے اور دو روپیہ کے حساب سے شام کو کتنے روپے خزانے میں جمع ہونا چاہئیں....... لیکن کوئی نہیں پوچھتا۔ بلکہ دوسرے دن کہتے ہیں کہ یار یہ پیسے تو کم پڑ گئے ایک روپیہ اور بڑھا دو۔ یہ تو سکھا شاہی ہوئی یہ حکومت تو نہ ہوئی۔ علمائے کرام کی حکومت کو اس کا جائزہ لینا چاہئے اور جہاں راستے میں گورنمنٹ کا ریونیو ضائع ہو رہا ہے اسے روک کر غریبوں پر سے ٹیکس کا بوجھ ہٹانا پڑے گا۔ عام آدمی سے بوجھ کم کرنا پڑے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ گورنمنٹ کے جو ریونیو ہیں اگر یہ باقاعدہ جمع کئے جائیں تو از خود گورنمنٹ ٹیکسوں میں کمی کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اسی آئین و دستور میں یہ شق بھی موجود ہے کہ جو قومی یا صوبائی الیکشن لڑے گا اس کی شہرت خراب نہ ہو' اس کے خلاف کوئی چوری' بددیانتی کی شکایت نہ ہو جیسا کہ دفعہ 62 اور 63 میں دیئے گئے ہیں کہ اس میں کیا کیا اوصاف ہونے چاہئیں اور کیا کیا خ نہیں ہونی چاہئیں۔

جب سے آئین بنا ہے تب سے لیکر اب تک اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ کیا علمائے کرام آئندہ الیکشن میں دفعہ 62 اور 63 پر عمل کرا دیں گے کہ جو لوگ اسمبلی میں جائیں ان کا دامن صاف ہو' کردار صحیح ہو' کردار کو چھوڑ دیجئے ہمارے ہاں تو آدھے اسمبلی ممبران میں سے کسی کا دل صحیح نہیں ہوتا کسی کا دماغ صحیح نہیں ہوتا۔ اب تک جو اسمبلیاں آتی رہیں ان کے منتخب ہونے کے بعد بعض لوگوں نے انگلینڈ سے واپس آ کر قسم کھائی یعنی حلف اٹھایا۔ حلف سے پہلے ہی عوام کے خرچ پر اپنا علاج کروانے انگلینڈ چلے گئے' یہ حقیقت ہے اور واپس آ کر حلف اٹھایا۔ بھئی ایسے مریضوں کو منتخب کرنے کی

جب سے آئین بنا ہے تب سے لیکر اب تک اس پر عمل نہیں ہو سکا

کیا ضرورت ہے جو ڈسٹطہیڈ پر پڑے ہوں اور منتخب ہوتے ہی جس کا ولایت سے ادھر کوئی علاج نہیں ہے اسے منتخب کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ اگر دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ پر عمل ہو تو یہ لوگ نہ آئیں۔

اس طرح اگرچہ سارا کچھ ایک دم تبدیل نہیں ہو گا لیکن ہم نے بھی ایک کوشش کی معیشت میں' الحمد للہ' کہ سود کی لعنت ختم ہو جائے' اللہ کا احسان ہے کہ اس میں حکومت نے بھی تعاون کیا اور مل جل کر پورے اندرون ملک کا غیر سودی نظام کا ڈھانچہ مکمل ہو گیا جس پر حکومت نے اعلان کر دیا کہ یکم جولائی کو نافذ کرے گی......نہ ہوا......اس لئے کہ کہا تو یہ جاتا ہے کہ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف نے روک لیا کہ نہ کرو لیکن انہوں نے بھی حکماً نہیں روکا' انہوں نے بھی اس لئے روکا کہ سوائے اس ایک فرد کے اور اس کے ساتھ محدود لوگ ہیں' آپ سے پورے ملک میں سے اور تو کسی نے کہا نہیں کہ یہ نہ کرو۔ نہ کسی دینی جماعت نے نہ کسی دینی عالم نے' نہ کسی کاروباری نے نہ کسی امپورٹ ایکسپورٹ کرنے والے نے' نہ کسی اس بندے نے جس کا سرمایہ بنکوں میں ہے تو تمہارا دماغ خراب ہے۔ شاید اس وقت تو ہمارے حضرات کو یہ ہو گا کہ اس پر عمل ہو گیا تو الاخوان کی شہرت ہو گی۔ اب وہ دور تو گزر گیا۔ ایک بنی ہوئی چیز ہے اور اس کا نفاذ کرایئے اور اللہ شہرت بھی آپ کو دے دے.........آج عدالتیں آئین کے تابع نہیں ہیں۔ آج عدالتیں پی سی او کے تابع ہیں۔ آئین بحال ہو گا تو کیا عدلیہ آئین کے تحت پھر سے قسم لے گی یا پی سی او کے تحت رہے گی۔ جب آئین معطل کیا گیا اور نظریہ ضرورت کے تحت فوج نے جو پی سی او کے نام پر ایک طریق کار بنایا........یہ پی سی او' پبلک کال آفس والا نہیں ہے جس سے فون کئے جاتے ہیں..........یہ پی سی او جس کی میں بات کر رہا ہوں یہ پوری قوم کے کانوں میں بجتا ہے اور یہ وہ قانون ہوتا ہے جسے آئین اور دستور کے مقابلہ میں وقتی طور پر نظریہ ضرورت کہہ کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایجاد کرلیا جاتا ہے اب جناب آپ سب کے سامنے یہ ہوا کہ حکومت نے کہا کہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج پی سی او کے تحت دوبارہ حلف لیں کیونکہ ان کا پہلا حلف آئین سے وفاداری کا ہے اور آئین معطل ہوگیا ہے' اب تو پی سی او ہے چنانچہ سب نے دوبارہ حلف اٹھایا پی سی او سے وفاداری کا۔ اب اگر آئین بحال ہوتا ہے اور بقول ہمارے وزیر داخلہ صاحب کے کہ عدلیہ اب آئین کے تحت دوبارہ حلف نہیں اٹھائے گی۔ اگر نہیں اٹھائے گی تو اس کا مطلب ہے کہ عدالتیں پی سی او کے ماتحت رہیں گی تو جو عدالتیں پی سی او سے وفا کریں گی وہ آئین سے کیا کریں گی۔ چونکہ پی سی او کے تحت جب حلف لیا گیا تھا تو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے کچھ ججوں نے کہا تھا کہ ہم آئین کے وفادار ہیں' پی سی او کو نہیں جانتے' انہیں اسی وقت نوکری سے برخواست کردیا گیا تھا۔ یہ پی سی او سے وفا اتنی ضروری تھی۔

اب دو باتیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسمبلی منتخب ہوئی ہے پی سی او کے تحت اگر اسمبلی بھی پی سی او کے تحت حلف اٹھاتی ہے تو آئین کو بحال کون کرائے گا اور اگر آئین بحال ہوتا ہے تو وہ اسمبلی جو چنی بھی PCO کے تحت گئی اور حلف بھی اس نے PCO کے تحت دیا تو جب آئین بحال ہوگا تو اس اسمبلی کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ اصولی طور پر تو وہ ختم ہوجائے گی۔ اگر کوئی درمیانی صورت بنتی ہے کہ اسمبلی چنی تو گئی پی سی او کے تحت لیکن حلف آئین کے تحت اٹھائے گی اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پی سی او کو ختم کیا جارہا ہے اور آئین کو بحال کیا جارہا ہے اور آئین بحال ہوتا ہے تو عدلیہ پھر سے آئین کے تحت حلف اٹھانے پر مجبور ہوگی کیونکہ پہلا حلف تو وہ توڑ چکی ہے اور دو حلف تو بیک وقت قائم نہیں رہتے............ عام آدمی کی نئی بننے والی حکومت سے یہ امید بھی ہے کہ ایک چھوٹے سے مقدمے میں دو دو نسلیں کھپ جاتی ہیں۔ دادا مقدمہ کرتا ہے پوتے کو فیصلہ نصیب نہیں

دادا مقدمہ کرتا ہے تو پوتے کو فیصلہ نصیب نہیں ہوتا' انصاف میں تاخیر عدم انصاف کے برابر ہے

ہوتا' تاریخیں بھگت رہا ہوتا ہے اور انصاف میں تاخیر عدم انصاف کے برابر ہے۔

The Justice delayed is no Justice

وہ انصاف جو دیر سے ملے وہ انصاف نہیں ہے......... تو کیا ہمارے حضرات عدلیہ کو نئے سرے سے آئین کے تحت حلف اٹھوا کر طریق کار میں کوئی خوبصورت تبدیلیاں لائیں گے جس سے مقدموں کے فیصلے دنوں اور مہینوں میں ہو جائیں اور حق دار کو حق اور ظالم کو سزا مل جائے...... صرف یہی نہیں اور بھی بہت سے سوالات ہیں جو قوم کے دلوں میں تڑپ رہے ہیں' قوم کی نگاہیں جنہیں دیکھنے کی منتظر ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ایک بین الاقوامی منظر بھی ہے۔ ایک سیناریو ہمارے اردگرد بھی ہے جس میں ساری کافر دنیا اسلام کو اپنا دشمن سمجھتی ہے جبکہ حق یہ ہے کہ اسلام سب کا دوست ہے' دشمن کسی کا بھی نہیں۔ اسلام مسلمانوں کے لئے نہیں ہے' اسلام بنی آدم کے لئے ہے اور اعلان یہ ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝

اے اولاد آدم میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔ اسلام کہتا ہے کہ ساری دنیا اپنے دکھ میرے پاس لے آئے میری پاؤں میں ڈھیر کر دے اور مجھ سے امن سکون اور سلامتی لے جائے۔ جو اسلام کو نہیں مانتے اور کافر کہلاتے ہیں' اسلام ان کے انسانی حقوق کے تحفظ کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ ان کے جان مال اور آبرو کو تحفظ دیتا ہے۔

اب تک جو ہوا وہ کسی بھی وجہ سے ہوا' خواہ ہمارے حکمرانوں کی وجہ سے ہوا' دہشت گرد تنظیموں کی وجہ سے ہوا' غیر ملکی ایجنسیوں کی وجہ سے ہوا' وجہ کو چھوڑ دیجئے کہ جس بھی وجہ سے ہوا لیکن اب تک جو کچھ ہوا اس کا سارا الزام اسلام کے سر آیا کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ یہ کسی کو عبادت بھی نہیں کرنے دیتے' عیسائی کو گرجے میں مار دیتے ہیں' یہودی کو اس کے معبد میں مار دیتے ہیں۔ شیعہ کو اس کی عبادت گاہ میں مار دیتے ہیں اور سنی کو اس کی مسجد میں مار دیتے ہیں

اور وہ کسی کو عبادت گاہوں میں بھی جینے نہیں دیتے۔اب بھی ہم نماز پڑھیں گے تو کچھ لوگ بے چارے نماز جمعہ سے محروم رہیں گے اور بندوقیں لے کر نمازیوں کی حفاظت کے لئے گھومتے رہیں گے۔اگر یہ صورت حال اندرونِ ملک ہو تو کافر اسے امن کا مذہب کیسے سمجھے گا۔

یہ سارا سیناریو یہ منظر اب بدلنا چاہئے اور ایسا منظر بنا چاہئے کہ کوئی خواہ آدھی رات کو ویرانے سے گزرے تو اسے کوئی کھٹکا نہ ہو۔گھروں کے دروازے کھلے رہیں،چوری کا ڈر نہ ہو۔عبادت قانون کی عظمت اور عزت بحال کی جائے اور کسی بھی فرقے کے عبادت خانہ کی توہین نہ کی جائے۔کسی بھی فرقے کا راہنما ہو اس کا احترام کیا جائے اور باہر کی دنیا کو یہ باور کرایا جائے کہ نہ ہم آپ کے دشمن ہیں اور نہ اسلام آپ کا دشمن ہے۔ہم بھی آپ کے خیر خواہ ہیں اور اسلام بھی آپ کا خیر خواہ ہے اور یہ اتنا آسان کام ہے اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ بندہ "میں" کو بھول جائے، اللہ اور اللہ کے رسول کو یاد رکھے۔میں وزیر اعظم،میں اسمبلی کا ممبر،میں لیڈر آف دی اپوزیشن، میں لیڈر آف دی ہاؤس...... نہیں،یہاں سے "میں" کاٹنا پڑے گا کہ میں کچھ نہیں ہوں۔مجھ پر یہ ایک آزمائش آگئی ہے مجھے اس سلسلہ میں قرآن سے راہنمائی لینی ہے،نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے اور بین الاقوامی تعلقات کو نئے سرے سے استوار کرنا ہے اور ہم پوری دنیا میں کسی کے دشمن نہیں،سب کے خیر خواہ ہیں لیکن اعتدال کے ساتھ۔جو حقوق سے تجاوز کرے گا،ظلم کی طرف بڑھے گا وہ ہمیں اپنے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار دیکھے گا اور آپ ظلم چھوڑ دیں ہم آپ کے سامنے سے ہٹ جائیں گے۔

اب ایک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی۔

امریکہ بہادر عراق کو مکمل طور پر ختم کر کے اردن کی ریاست میں ضم کرنا چاہتا ہے جہاں امریکہ کا نواسہ حکمران ہے"کنگ عبداللہ" یہ امریکیوں کا نواسہ ہے اسی لئے ولی عہد جو اس کا چچا تھا اس کو نظر انداز کر کے حکومت کنگ عبداللہ کو دی گئی۔اب وہ چاہتے ہیں کہ عراق بحیثیت ملک ختم کر کے اردن میں شامل کر دیا جائے پھر اس میں جو چاہیں وہ کریں۔لیکن یہ آخری نہیں ہوگا کہ عراق کو ختم کر کے پھر وہ فارغ ہو کر بیٹھ جائیں گے یہ آخری نہیں ہوگا بلکہ پھر اس کے بعد دوسرے اسلامی ملک جو ہیں ان کی باری آئے گی۔کسی کی تیل کی وجہ سے اور کسی کی اس کے پاس اسلحہ کی وجہ سے جو بھی بہانہ بنے۔

امریکہ بہادر عراق کو مکمل طور پر ختم کر کے اردن کی ریاست میں ضم کرنا چاہتا ہے جہاں امریکہ کا نواسہ "کنگ عبداللہ" حکمران ہے

تو کیا علماء کرام (اللہ انہیں بصیرت دے) ہم سے یقیناً زیادہ بصیرت مند اور اچھے لوگ ہیں کم از کم اسلامی دنیا کو یکجا کر سکیں۔اگر امریکہ کی باون ریاستیں مل کر یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ بن سکتی ہیں تو مسلمانوں کے 56 ملک یکجا ہو کر ایک متحدہ اسلامی ریاست کیوں نہیں بن سکتے اور اگر نہیں بن سکتے تو پھر عالم یا غیر عالم کے اسمبلی میں آنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔اگر ہماری قوت اسی طرح منتشر رہے اور ہم الگ الگ مار کھاتے رہیں اور ایک دوسرے کو مرواتے رہیں جس طرح ہم نے افغانستان کی تباہی میں سب سے بڑا رول ادا کیا اور یہ ہم ہیں جنہوں نے افغانوں کو ذبح کیا اور ان کی حکومت کو تباہ کیا اور خلافت اسلامیہ کی تباہی کے ذمہ دار ہم ہیں جنہیں پاکستانی کہتے ہیں۔اگر پاکستان تعاون نہ کرتا تو یہ ظلم ان پر توڑنا امریکہ کے کسی طرح بھی بس میں نہیں تھا۔ابھی امریکہ کے ہاتھوں سے بھی وہ خون ٹپک رہا ہے اور ہمارے دامن میں بھی گریبان سے لے کر دامن تک افغانوں کا خون ہے۔اسی خونی لباس اور خونی ہاتھوں کے ساتھ ہم عراقی مسلمانوں کو ذبح کرنے کے لئے امریکہ کے ساتھ شامل ہو جائیں گے تو اس کے بعد پھر کسی اور مسلمان ملک کی باری آجائے گی پھر اس کے بعد کسی اور کی باری آجائے گی۔

اب یہ سارا بین الاقوامی ڈرامہ جو ہو رہا ہے اسے کون روکے گا؟

میری،آپ کی،عام مسلمان کی امید علمائے کرام سے ہے۔اور ہماری دعا ہے کہ اللہ علمائے کرام

کی حکومت کو کامیاب کرے کہ پچپن برس کی محنت اور دعاؤں کے بعد اگر علماء کو حکومت ملتی ہے تو اسے کامیاب ہونا چاہئے قوم کو بھی چاہئے کہ وہ تعاون کرے، فوج کو بھی چاہئے کہ وہ علماء سے تعاون کرے، سیاستدانوں کو بھی چاہئے کہ وہ تعاون کرے۔ بیورو کریسی کو بھی تعاون کرنا چاہئے کہ وہ بھی اسی ملک کی بیورو کریسی ہے اور اس ملک کے ساتھ اس کا مستقبل وابستہ ہے۔ لیکن سب سے پہلے علماء کو چاہئے کہ وہ خود اپنے آپ سے تعاون کریں، اپنے فرائض کو پہچانیں، اپنی پرائرٹیز کی فہرست بنائیں کہ کون سا کام زیادہ اہم ہے اور کون سا کم اہم ہے۔ اور ہم نے پہلے کیا کرنا ہے اور اس کے بعد کیا کرنا ہے اور پھر اس کے بعد کیا کرنا ہے۔

ہم سے یقیناً وہ زیادہ سمجھ والے اور اچھے لوگ ہیں جو بہت اعلیٰ مناصب تک پہنچ گئے ہیں اور ہم میں تو یہ اہلیت بھی نہیں کہ ہم تو جہاں تھے وہیں بیٹھے ہیں، ہماری حیثیت تو یہ ہے کہ جو بہتر سمجھتے ہیں وہ بات کر سکتے ہیں اور میرے خیال میں اگر وہ بات بہتر ہو تو انہیں توجہ کرنی چاہئے اور اگر غلط ہو یا ہماری رائے میں کوئی سقم ہو تو ہمارے پاس تو کوئی اختیار نہیں کہ ہم ان پر مسلط کر دیں۔

اللہ ہمیں بھی صحیح سوچ، صحیح سمجھ اور صحیح بات کرنے اور صحیح عمل کرنے کی توفیق دے اور جو اقتدار میں آ گئے ہیں انہیں بھی سلامتی کے ساتھ ملک کی، دین کی سلامتی کا ضامن بنائے۔ آمین

آڈیو ویڈیو ممبر شپ

سلسلۂ عالیہ کے آڈیو/ویڈیو سسٹم نے ماہانہ ترسیل کا وی۔پی۔پی (v.p.p) سسٹم متعارف کروایا ہے۔

[illegible] جی کے تازہ بیانات

سے مستفید ہونے کا یہ ایک آسان طریقہ ہے۔ خواہشمند حضرات درج ذیل پتہ پر رابطہ کر کے اپنا ایڈریس نوٹ کروا دیں۔ رقم کیسٹیں وصول ہونے پر ادا کرنا ہوگی۔

کیسٹیں ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں پوسٹ ہوا کریں گی اور ممبران گرامی کو گھر بیٹھے موصول ہوا کریں گی۔

ویڈیو کیسٹ	(بمعہ ڈاک خرچ)	140/ روپے
آڈیو کیسٹ (TDK) 4 عدد	(بمعہ ڈاک خرچ)	160/ روپے

نوٹ: ویڈیو کیسٹ مکمل ہوتے ہی بھجوا دی جائیگی۔

[illegible] / ویڈیو لائبریری اویسیہ
[illegible] کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

میں ضلع ہری پور کے ایک پس ماندہ گاؤں "شادی" کا رہنے والا ہوں۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب سے گھر میں حاصل کی۔ سید شاہ غلام محی الدین مرحوم سے منطق اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ 1950-51ء میں خدا بخشؒ سے مشکوٰۃ شریف اور قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ 1955ء میں جے وی ٹی ٹریننگ کے بعد بہ حیثیت جونیئر ٹیچر تقرری ہوئی۔ دوران تدریس فاضل فارسی کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا اور بحیثیت منشی فاضل تعلیمی فرائض سرانجام دیئے۔ دل میں ایک تڑپ تھی کہ اللہ اپنے کسی مقبول بندے سے نسبت قائم کرنے کی توفیق بخشے۔ مختلف درباروں میں حاضری دی لیکن دل کو تسلی نہیں ہوتی تھی۔

گورنمنٹ ہائی سکول عثمان کھٹڑ میں ملازمت کے دوران میرے نہایت ہی مہربان اور محسن دوست جناب محمد شاہ صاحب مدظلہ جو میرے ساتھ مذکورہ سکول میں کچھ عرصہ استاد رہے انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ سے متعارف کرایا آپ کا انداز بیان اتنا پر تاثیر تھا کہ دل میں حضرت شیخ المکرم مولانا اللہ یار خان صاحبؒ سے ملنے کی لگن پیدا ہوگئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے بڑے بھائی صدیق شاہ صاحب سلسلہ عالیہ کی طرف سے مخصوص انداز میں ذکر کراتے ہیں۔ میں نے جناب محمد شاہ صاحب کو مجبور کیا کہ آج ہی راولپنڈی چلیں اور آپ کے بزرگ بھائی صاحب کی خدمت میں حاضری دیں۔ چنانچہ راولپنڈی ان کے پاس پہنچ گئے انہوں نے ذکر کا طریقہ سکھایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ عمل صبح وشام بلاناغہ جاری رکھنا۔

حضرت مولانا اللہ یار خان کی خدمت میں حاضری:۔

غالباً اگست 79ء میں جناب صدیق شاہ صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ کل حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب کی خدمت میں جانا ہے۔ دوسرے دن حسب وعدہ ہم عازم سفر ہوئے۔ جب ہم منارہ پہنچے تو اس وقت حضرت جیؒ منارہ سکول میں تشریف فرما تھے۔ سبحان اللہ سادہ لباس سر پر کپڑے کی ٹوپی پہنے تھے لیکن چہرۂ انور سے نورانیت وجاہت اور رعب جلال ٹپک رہا تھا سامنے دیکھنے کی جرأت نہیں ہوئی مختلف مسائل پر روشنی ڈالی جا رہی تھی۔ جس موضوع پر گفتگو فرماتے علم کے دریا بہا دیتے۔ کتاب کا حوالہ مصنف کی زندگی کے حالات اور کتاب کے صفحات تک کا حوالہ اس طرح فرماتے گویا کتاب سامنے ہے اور دیکھ کر پڑھ رہے ہیں۔ تقریباً تین دن ان کی خدمت میں گزارے اور واپس گھر کو لوٹا۔ اب دل کی کیفیت بدلی ہوئی تھی اور اپنی زندگی کی کوتاہیاں اور لغزشیں سامنے تھیں اور اپنی سابقہ زندگی پر نہایت افسوس کرنے لگا۔ کہ میں نے زندگی کے تمام لمحات اللہ کی نافرمانی میں گزار دیئے۔ میں اللہ کے سامنے کس طرح جاؤں گا اور بالخصوص حضور علیہ السلام کے سامنے آنکھ کس طرح اٹھاؤں گا۔ اب میرے شب وروز ندامت اور پشیمانی میں گزرنے لگے۔

لنگر مخدوم میں حاضری:۔

غالباً 80ء میں لنگر مخدوم واہ کینٹ کے ساتھیوں کے ساتھ لنگر مخدوم کے پروگرام میں جانے کا موقع ملا۔ اس وقت تک میں نے حضرت جیؒ سے بیعت کا شرف حاصل نہیں کیا تھا۔ وہیں میرے ہم نام جناب حافظ غلام جیلانی سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے مشورہ دیا حضرت جیؒ سے بیعت ہو جائیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں چونکہ گولڑہ شریف سے بیعت تھا اس لئے میں نے یہ شرط لگا دی کہ اگر مہر علی شاہ صاحبؒ اجازت فرما دیں تو میں بیعت ہو جاؤں گا میرا یہ خیال تھا کہ اگر ایک جگہ بیعت کی جائے تو دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتی۔ جناب حافظ صاحب نے فرمایا یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔فرمانے لگے آؤ تنہائی میں جا کر فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ سلسلہ کے ایک اور ساتھی غازی مرجان صاحب بھی ساتھ تھے ہم تینوں لنگر مخدوم حضرت مولانا اللہ دینؒ کے مزار اقدس کے پاس چھوٹی سی مسجد میں بیٹھ گئے۔آپ نے مراقبہ کیا اور فرمانے لگے کہ حضرت مہر علی شاہ اس بیعت سے بڑے خوش ہیں اور آپ کو بخوشی اجازت فرما رہے ہیں۔ دل میں بڑی خوشی محسوس ہوئی کہ اب بیعت کرنے میں لطف ہو گا اس لئے کہ میں حضرت مہر علی شاہ صاحب کا بھیجا ہوا فرد ہوں چنانچہ اگلے دن حضرت جیؒ سے باقاعدہ شرف بیعت حاصل ہوئی۔ بلکہ یہ کہنا مناسب تر ہو گا کہ گناہوں اور خطاؤں میں لتھڑے ہوئے انسان کو اللہ کے نیک بندوں میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہو گیا۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

شاید ایک بے عمل اور خطا کار انسان کے لئے یہ نسبت اخروی نجات کا باعث بن جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تادم مرگ یہ نسبت قائم رکھے۔

عمل کی اپنے اساس کیا ہے
بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت
مرا تو بس آسرا یہی ہے

دار العرفان میں اعتکاف کا واقعہ:

1983ء میں پہلی دفعہ دار العرفان منارہ میں حضرت جیؒ کے زیر شفقت اعتکاف کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اعتکاف کے اختتام پر چند آدمی حضرت جیؒ کے دولت خانے پر حاضر رہنے کیلئے چنے گئے ان میں بندہ ناچیز بھی تھا۔ عید الفطر حضرت جیؒ کی مسجد (چکڑالہ) میں پڑھی۔ حضرت جیؒ نے مرغ ذبح کئے اور مکھڈی حلوہ تیار کروایا تمام احباب عید کی مبارک باد کیلئے آتے رہے اور حضرت جیؒ کے دستر خوان سے کھانا کھاتے رہے شام تک لنگر چلتا رہا۔ اسی دن سلسلہ عالیہ کے دو ساتھی قاضی محمد اسلم صاحب پنڈ گھیپ اور سردار علی جو اس وقت نیوی میں ملازم تھے ہمارے ساتھ حضرت جیؒ کے دولت کدہ پر گئے۔ حضرت جی سے گزارش کی کہ حضرت ہمارے اس ساتھی کا بھائی فوج میں ملازم تھا غالباً کشمیر محاذ پر مقابلے میں شہید ہو گیا ہے۔ لیکن جو میت ہمارے حوالے کی گئی ہے اس کے بارے میں صاحب نظر ساتھیوں کی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ وہ ہمارے بھائی کی لاش نہیں ہے براہ کرم سردار علی صاحب کی رہنمائی فرمائیں تاکہ انہیں تسلی ہو جائے۔ میں یہ سوال سن کر بڑا حیران ہوا کہ عجیب سوال ہے دیکھئے اس کا جواب کیا ملتا ہے۔ حضرت جیؒ نے قاضی اسلم صاحب سے فرمایا کہ (غالباً) میرے انوارات کے ساتھ چلو۔ چنانچہ اسلم صاحب نے مراقبہ کی حالت میں فرمایا، حضرت جی قبر سے اٹھ نہیں سکتا بڑی کوشش کرتا ہوں لیکن اٹھا نہیں جاتا فرمایا گناہ میں ماخوذ ہو گا پھر حضرت جیؒ نے قاضی اسلم صاحب سے آہستہ سے کچھ کہا تو قاضی صاحب فرمانے لگے کہ جناب اب صاحب قبر بیٹھ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کا نام پوچھو استفسار پر بولا کہ میرا نام محمد امین ہے۔ حضرت جیؒ نے سردار علی سے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی کا نام کیا ہے وہ بولے کہ میرے بھائی کا نام یہ نہیں ہے۔ حضرت نے قاضی اسلم سے فرمایا، ذرا توجہ سے پوچھو ممکن ہے برزخ میں تکلیف کی وجہ سے زبان لڑکھڑا گئی ہو۔ قاضی صاحب کے دوبارہ پوچھنے پر بھی وہ بولا کہ میرا نام محمد امین ہے۔ پھر حضرت نے ولدیت کے بارے میں فرمایا کہ پوچھو، اس نے اپنی ولدیت بتائی جو سردار خان صاحب کی ولدیت سے نہیں ملتی تھی۔ حضرت جیؒ فرمانے لگے کہ یہ تمہارا بھائی نہیں۔ اسی اثناء میں دوران گفتگو حضرت جیؒ نے فرمایا کہ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی فوج میں ملازم تھا وہ لاپتہ ہو گیا۔ اسکی بیوی میرے پاس آئی اپنے خاوند کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ یہ 71ء کا واقعہ ہے۔ میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

نے اسے کہا کہ تیرا خاوند بنگال میں ایک جنگل میں مرا پڑا ہے اسکی بندوق بھی اس کے پاس پڑی ہوئی ہے۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ اس لڑکی کا میں نے خود نکاح پڑھایا ہے۔

اسی مجلس میں حضرت جیؒ نے قاضی اسلم سے فرمایا کہ غوث صاحب سے رابطہ کر کے پوچھیں کہ میرا لڑکا عبدالرؤف ٹریکٹر لے کر آیا ہے اور کہتا ہے کہ میرا اپنا خریدا ہوا ہے کیا یہ صحیح ہے۔ قاضی صاحب نے حضرت جیؒ کی مدد سے غوث صاحب سے رابطہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت فرما رہے ہیں کہ ٹریکٹر اپنا نہیں ہے عاریتاً لے کر آیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ عبدالرؤف کے خیالات آپ کے بارے میں اچھے نہیں وہ آپ کے بارے میں مخالفانہ سوچ رکھتا ہے۔ عید الفطر کا دن ایسے ہی محیر العقول برزخی واقعات میں بسر ہوا۔ عید کے دوسرے دن گھر کو لوٹا۔ عجیب سی کیفیت تھی زندگی میں پہلی بار اس قسم کے سربستہ راز آشکار ہوئے اللہ تعالیٰ کی عنایت کا شکرادا کیا جس نے زندگی میں ایسے شیخ سے منسوب ہونے کی سعادت نصیب فرمائی جن کی نگاہ تحت الثریٰ اور فوق السماء کے جلووں سے آشنا ہے اور جن کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے۔

آنانکہ چشم خویش بہ صد حیلہ وا کنند
سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند

حضرت شیخ المکرمؒ نے فرمایا کرتے تھے۔ ''اَنَا مِنَ الرِّجَالِ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ''

(اوکما قال)۔

مولانا جلال الدین رومی انہیں لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اگر تو خواہی ہمنشینی باخدا
رونشیں اندر حضور اولیاء
یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ ای مرمر شوی
چوں بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

حافظ غلام جیلانی صاحب نے بندہ ناچیز پر بڑی محنت اور شفقت کی آپ کی محنت کا نتیجہ ہے کہ رمضان المبارک 1984ء میں اعتکاف کے دوران روحانی بیعت کا شرف حاصل ہوا گویا اس ذرہ ناچیز کو ہمدوش ثریا کر دیا میری دلی دعا ہے،

بہ شان مہر و ماہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

روحانی بیعت کے بعد زندگی میں ایک گونہ تبدیلی واقع ہوئی۔ اپنی سابقہ زندگی کی کوتاہیوں لغزشوں عمداً اور سہواً صادر ہونے والے گناہوں کی ہولناکیاں پیش نظر ہونے لگیں قبر اور قیامت کا احساس دل میں اجاگر ہونے لگا۔ تقریباً 30 کے قریب احباب کو دعوت دی اور بیعت بھی کروائی۔ میرا لڑکا بھی روحانی بیعت سے مشرف ہوا۔ حضرت جیؒ کی بیماری کے ایام میں راولپنڈی جناب بٹ صاحب کی کوٹھی پر جانے کا موقع ملتا رہا۔ چنانچہ 17، 18 فروری 84ء کی درمیانی رات وہاں گزاری اور صبح حضرت جیؒ کی چارپائی کے سامنے چہرہ انور کے روبرو تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی حضور عالی کبھی کبھی آنکھ کھول کر اپنے خدام کو دیکھتے تھے اور دلجوئی فرماتے تھے۔ بظاہر آپکی حالت اتنی تشویش ناک نہیں تھی لیکن اسی شام کو حضرت کا وصال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) پھر میں نے چکڑالہ حاضری دی اور شیخ المکرم امیر تنظیم الاخوان پاکستان جناب محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ العالی سے دوبارہ تجدید بیعت کی۔ تمام احباب چکڑالہ مسجد میں جمع تھے اور بیگ صاحب ایک ایک صاحب کو بلا بلا کر بیعت کرواتے تھے۔

اپنے علاقہ کے لوگوں کو سلسلہ عالیہ سے روشناس کرانے کیلئے میں سلسلہ کے بزرگوں کو گاؤں میں دعوت دیتا رہا ہوں اور بزرگ حضرات کمال شفقت کے ساتھ میرے پس ماندہ گاؤں تشریف لاتے رہے۔ ان بزرگوں میں جناب حافظ غلام جیلانی جناب حافظ میجر غلام قادری صاحب، جناب میجر احمد خان صاحب اور جناب حیدر زمان صاحب شامل ہیں۔

میری اہلیہ، بچیاں اور بچے حضرتؒ سے بیعت ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان کرے سرزد غلطیوں اور کوتاہیوں سے معافی عطا فرمائے۔ (آمین)

www.naqshbandiaowaisiah.com

نماز

آسیہ اعوان......راولپنڈی

نماز ارکینِ اسلام میں پہلا رکن ہے۔رکن کسی بھی شے کے بنیادی Element کو کہتے ہیں، جس بنیادی جزو پر وہ چیز انحصار کرتی ہو۔گو ہم سب یہ سمجھتے ہیں کہ نماز سے متعلق ہم سبھی کچھ جانتے ہیں اور یہ بہت حد تک درست بھی ہے۔اس کے باوجود میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ارادتاً تو کیا بھی نہیں، دراصل بہت عرصے سے میرا نماز پہ بلکہ سبھی ارکانِ اسلام پہ کچھ لکھنے کو جی چاہ رہا تھا۔اور اس نے اتنی شدت پکڑی کہ آج کچھ لکھنے بیٹھ ہی گئی۔

جس طرح نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں ''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' ایسے ہی کسی کسی وقت نماز سے دل کو اس درجہ سرور ملتا ہے کہ بے اختیار دل چاہتا ہے، اللہ کا شکر ادا کیا جائے جو اس نے ایک بے مایہ خاک کے پتلے کو شرف حضوری بخشا۔حضوری کی گھڑیاں گو کچھ لمحوں ہی کیلئے میسر آتی ہیں کہ باقی وقت تو ہم ٹکریں مارتے ہیں نماز کہاں ادا کرتے ہیں لیکن وہی لمحات تو حاصل زندگی ہیں اور پھر دل کو اس حدیث کا صحیح ادراک ہوتا ہے کہ واقعی ''نماز مومن کی معراج ہے''۔

جی چاہتا ہے دل کی تانگ باقی رہ جائے ،جسم و جاں پہ حضوری کی کیفیت کبھی ختم نہ ہو۔لیکن کیفیات اپنے اختیار میں کہاں ہوتی ہیں کہ خود سے طاری کر لی جائیں یہ تو ہوتی ہیں یا پھر نہیں ہوتیں۔بندہ اسی انتظار میں صبح شام دست بستہ کھڑا رہتا ہے کہ

کوئی جھلک ،اک اشارہ، اک صدا
مار ڈالے گی مجھے اتنی نہ تنہائی دے

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا تھا ''حضرت کیا واقعی آپ جب نماز ادا کرتے ہیں تو اللہ کو دیکھتے ہیں (جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ''عبادت یوں کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، یہ نہیں تو کم از کم اتنا احساس ضرور ہو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔)

آپؓ نے فرمایا، میں تب تک سجدے سے سر ہی نہیں اٹھاتا جب تک اسے دیکھ نہیں لیتا جس کو میں سجدہ کر رہا ہوں''۔

یا جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ نے ابوجہل سے کہا تھا۔آپؓ کو مارتے مارتے جب وہ تھک گیا تو ابوجہل نے کہا، دیکھو! میں قریش کا سردار ہوں تم کم از کم میرا بھرم رکھنے کی خاطر جھوٹے منہ ہی کہہ دو کہ اللہ واحد نہیں ہے اس کے اور بھی شریک ہیں۔تو وہ بے اختیار پکار اٹھیں ''میں کیسے کہہ دوں وہ ایک نہیں ہے جب میں اس کو اپنے سامنے واحد و یکتا دیکھ رہی ہوں''۔

پھر وہ ہمیں کیوں دکھائی نہیں دیتا؟ ہمارا حال ان کے حال سے جدا کیوں ہے یہ بیچ میں حائل صدیوں کی دوری ہے یا ہمارا یقین کمزور ہے حالانکہ ہم بھی اسی محبوب خدا کی امت ہیں، اسی دینِ اسلام کو جوں کا توں مانتے ہیں پھر ہم سے کہاں چوک ہوئی ہے؟ کچھ ہے جس کی کمی ہے کہ دوا تو اکسیر ہے مگر شائد ہم ہی مریض عشق نہیں ہیں، اپنی غرضوں کے پجاری ہیں۔ورنہ اس کی تاثیر میں تو کچھ شک نہیں، کیونکہ قرآن کا وعدہ ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ

پھر ہماری نمازیں ہمیں بے حیائی اور برائی سے کیوں نہیں روکتیں؟ کہ ہم جھوٹ بولتے ،غیبت کرتے کرتے جائے نماز پہ کھڑے ہوتے ہیں اور نماز ادا کر کے پھر وہیں سے بات شروع کر لیتے ہیں، ماپ تول میں کمی بھی کرتے ہیں، دھوکا دہی بھی کرتے ہیں اور ذاتی مفاد کی خاطر سب کچھ کر گزرتے ہیں۔یہ بھول کر کہ عزت و شہرت ہے یا مال و دولت ہمیں اپنے حصے کی ہی ملے گی۔ہم اپنے طور لاکھ کوشش کریں تب بھی دوسرے کا حصہ نہیں لے سکتے کہ اگر اللہ نہ چاہے تو ہم خود کو ایک ذرے کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور وہ اگر نہ چاہے تو ہم خود کو نقصان سے نہیں بچا سکتے۔

ہر کسی کو اتنا ہی کھانا نصیب ہوتا ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جتنا اللہ کی تقسیم نے اس کے حصے میں رکھا ہے۔ موت کی طرح رزق بھی اپنے مالک کو تلاش کر لیتا ہے جب تک آدمی اپنے نصیب کا آخری ذرہ تک نہ کھالے اس دنیا سے نہیں جاتا۔ جب سے یہ دنیا بنی ہے اگر ہر کوئی اپنے حصے کا ایک ایک دانہ بھی چھوڑ جاتا تو پھر یہاں ہماری جگہ نہ ہوتی۔ رزق کے انبار لگے ہوتے اور اسی طرح اگر ہر ایک اپنے حصے سے دانہ دانہ زائد کھا لیتا تو دنیا کنگال اور بنجر ہو چکی ہوتی۔

ہم کسی کا ناجائز طریقے سے مال چھین بھی لیں تو کھانا نصیب نہ ہوگا، کھائے گا وہی جس کے نصیب کا ہے ہم تو فقط اپنی نیت کا پھل کھاتے ہیں، اچھی یا بری، اور اللہ کا فرمان ہے ''مجھے تمہارے عمل نہیں نیتیں پہنچتی ہیں جن کے تحت تم وہ عمل کرتے ہو'' اور یہی حیا انسان میں نماز پیدا کرتی ہے کہ پھر اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کے نظام میں فساد ڈالتے ہوئے اس کی ذات سے حیا آتی ہے کہ وہ ہمہ وقت دیکھ رہا ہے۔ میں ابھی اس سے ہم کلام ہوا ہوں اور دوبارہ پھر اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا ہے تو ''فحشا و منکر'' کے بعد کس منہ کے ساتھ اس کے سامنے جاؤں گا۔ لیکن ہمیں تو اس بات کا احساس نہیں ہوتا۔ ہم تو اس کی نافرمانی بھی کرتے ہیں اس کی مخلوق کے ساتھ زیادتی بھی کرتے ہیں ان کے حقوق بھی تلف کرتے ہیں، اس کی بنائی ہوئی دنیا میں فساد بھی ڈالتے ہیں، آپ دیکھ لیں! جہاں جہاں حضرت انساں کے قدم نہیں پڑے وہاں کتنی **Harmony** ہے۔

اور پھر اذان ہوتی ہے تو لپک کر نماز بھی ادا کر آتے ہیں اور واپس آ کر پھر وہی کچھ کرتے ہیں۔

شائد اسی لئے کہ ہم ایک ٹوٹل تو پورا کرتے ہیں نماز کا حق ادا نہیں کرتے۔ اس میں حضوری کی وہ کیفیت نہیں ہوتی جو مقصود ہے کہ اللہ کو حاضر ناظر جانو اس میں خشوع و خضوع کا وہ درجہ نہیں ہوتا کہ ہم جب نماز میں داخل ہو جائیں تو باقی جہان سے کٹ جائیں۔ ''اللہ اکبر'' کہیں تو دل پہ اس کی بڑائی یوں عیاں ہو کہ اندر باہر اک

> ہماری نمازیں ہمیں بے حیائی اور برائی سے کیوں نہیں روکتیں کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا دہی بھی کرتے ہیں اور ماپ تول میں کمی بھی کرتے ہیں۔

ہیبت طاری ہو جائے اور پھر لرزاں و ترساں اس کے حضور جھک جائیں اس کی عظمت کا اقرار کریں اور پھر سجدہ ریز ہو جائیں صرف ایک احساس باقی رہ جائے کہ وہ اس لائق ہے کہ اس کے سامنے سارا جہان تج دیا جائے۔ اپنا آپ فراموش کر دیا جائے، اپنی انا زمین بوس کر دی جائے اور پیشانی زمین کے فراخ سینے پہ ٹک جائے۔

وہ کتنا مہربان ہے کہ ساری زمین کو مسجد بنائے ہوئے ہم سے فقط ایک سجدے کی دوری پہ ہے اور کہتا ہے جو مجھے ایک پوچھے تو اس کو بتادو ''فَاِنِّی قَرِیْب'' ''میں بہت قریب ہوں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں'' اور ''یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْب'' ''جو مجھ سے انابت رکھتا ہے، اُنس رکھتا ہے، جس دل میں مجھے پا لینے کی چاہ اٹھتی ہے تو میں اس کی راہ نمائی کرتا ہوں اس کو اپنا پتہ دیتا ہوں۔ اور پھر وہ ساری دوریاں، سب فاصلے مٹا دیتا ہے زمین اپنی فراخی سمیٹ لیتی ہے خلاؤں کی وسعتیں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں اور بندہ اپنے رب سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔ اس کے رو برو ہو جاتا ہے۔

جس کو یہ حضوری نصیب ہو جائے تو پھر کس شے میں اتنی جرأت کہ اسے وہاں سے ہلا دے، پھر وہ ابوبکر صدیقؓ کا دھونکی کی طرح بجنے والا سینہ ہو یا پھر یہ موجود صحابیؓ کے سینے میں پیوست ہو جانے والا تیر ہو یا شیطان بچے کو اٹھا کر انگاروں پر پھینک دے یا مسجد میں آگ لگ جائے کسی بات کی خبر ہی نہیں ہو پاتی۔ میدانِ کارزار جتنا بھی گرم ہو قوم حجاز اپنے رب کے حضور دست بستہ کھڑی ہو جاتی ہے اس تخصیص کے بغیر کہ محمود کہاں پہ کھڑا ہے اور ایاز کہاں؟ اس کے حضور بڑائی صرف اس کی رہ جاتی ہے باقی سب یکساں سب برابر، سوائے اس کے جسے وہ چن لے۔ اور یہ کون جانتا ہے اسے کون کتنا پسند ہے اور اس نے کسے چن لیا؟

پس ہر ایک کو محترم جانو، ہر ایک کو مقتدر۔ وہ رب العزت اپنا حق تو معاف کر دیتا ہے اپنے بندوں کا نہیں۔ ہم تو نماز ادا کر کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

فارغ ہو جاتے ہیں کہ ہم نے دین کا حق ادا کر دیا حالانکہ اصل کام اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ احکام دین تو ایک سپاہی کی تربیت کرتے ہیں اور نماز، روزہ اس کے ہتھیار ہیں، تربیت پانے اور ہتھیاروں سے لیس ہونے کے بعد اصل کام شروع ہوتا ہے، فراغت کیسی؟

جب بندے کا اپنے رب سے تعلق قائم ہو جاتا ہے تو اس کی نشانی ہی یہ ہے کہ پھر خالق سے نسبت کے سبب مخلوق پیاری لگتی ہے۔ اسے اپنی مخلوق اتنی عزیز ہے کہ وہ کہتا ہے، ماں باپ نے پکارا، کوئی مہمان آ گیا یا مجبور، یا کسی مریض نے آواز دی۔ تو نمازوں کو مختصر کر دو۔ نوافل میں طوالت نہ کرو کہ مجھے تمہارا لپک کر میری مخلوق کی خدمت کرنا میرے حضور نوافل پڑھنے سے زیادہ پسند ہے۔

محبت، اطاعت اور ریاضت کو ماپنے کے اس کے پیمانے ہمارے پیمانوں سے بہت مختلف ہیں، یکسر جدا۔ کہ وہ عمل کو نہیں تولتا نیتوں کو پرکھتا ہے اور یہیں ہم سے بھول ہو جاتی ہے۔ ہم تو اور بھی بہت کچھ بھلائے بیٹھے ہیں۔ ہمیں تو یہ بھی یاد نہیں کہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ میں ہر رات کے پچھلے پہر پہلے آسمان پہ آتا ہوں اور پکارتا ہوں کہ ہے کوئی جس کو میری یاد آئے، جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کر دوں، ہے کوئی جس کو اس کی نیند سے زیادہ میری ذات عزیز ہو اور مجھ سے ملاقات کی خاطر وہ اپنی نیند قربان کر سکتا ہو اپنے پہلو کو بستر سے جدا کر دے اور اٹھ کر مجھ سے بات کرے اور میں اس کی ہر بات کا جواب دوں۔

وائے بدبختی! ہم یہ بھی بھول گئے۔

محبوب خدا، سرکار دو عالم، رحمت العلمین راتوں کو اٹھ کر اتنی دیر دست بستہ کھڑے رہتے کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ سینہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا اور نماز کی طوالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ کو گمان گزرتا کہ شائد ساری رات قیام میں بسر ہو گی اور جب رکوع میں جاتے تو انہیں لگتا باقی ساری رات اب رکوع میں گزرے گی اور پھر یہی حالت سجدے میں ہوتی۔ تب حیران ہو کر حضور ﷺ کی

ہم نماز ادا کر کے فارغ ہو جاتے ہیں کہ ہم نے دین کا حق ادا کر دیا حالانکہ اصل کام اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔

خدمت میں عرض کرتیں،

آپ ﷺ محبوب خدا ہیں اور ساری مخلوق آپ ﷺ کی شفاعت پہ بخشش کی امیدوار ہے پھر آپ ﷺ اپنی جان کو یوں اتنی مشقت میں ڈالتے ہیں'' تو آپ فرماتے ہیں'' عائشہؓ! کیا تم یہ نہیں چاہتیں کہ میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنوں''۔ آپ ﷺ نے جب اپنی پسندیدہ چیزوں کا ذکر فرمایا تو سب سے اوپر نماز کا نام لیا۔

ہم نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر ہم نمازی نہ بن سکے کہ نماز ایک فعل کا نام نہیں ایک حال کا نام ہے۔ نماز چند گھڑیوں کیلئے نہیں ہوتی کہ پانچ منٹ میں رکعات کی گنتی مکمل کی اور فارغ ہو گئے یہ تو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اپنے حلئے میں، آداب واطوار میں، گفتار و کردار میں اور طہارت و پاکیزگی میں ایک دائمی اطاعت کا نام ہے کہ جب حالت نماز میں نہ ہو، تب بھی اللہ کو حاضر و ناظر جانیں اور اس کی حدود کی محافظت کریں کہ وہ تو ہمہ وقت ہر جگہ موجود ہے۔

وھو معکم این ماکنتم، تم جہاں کہیں ہو میں تمہارے ساتھ ہوں اور جب حالت نماز میں ہوں تو نبی کریم فرماتے ہیں'' ہر نماز کو یوں ادا کرو گویا یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے تمہارے پاس اگلی نماز کی مہلت نہ ہو''۔

اور واقعی کسے خبر کہ چند لمحے بعد کیا ہونے والا ہے اور اس کے پاس کتنی مہلت باقی ہے۔ یہ جو لوگ ہمارے ساتھ مر جاتے ہیں ہماری طرح انہیں بھی خبر نہیں ہوتی کہ موت ان کے کتنی قریب ہے، ان کے بھی ہماری طرح لمبے لمبے منصوبے ہوتے ہیں اور یہ تسلی کہ یہ کام پھر کر لیں گے، اچانک کہیں سے موت آ کر انہیں دبوچ لے جاتی ہے اور پھر وہ صفحہ ہستی پہ دوبارہ کبھی نظر نہیں آتے۔ منوں مٹی تلے دبا کر سب واپس لوٹ آتے ہیں۔

وہاں وہی اعمال کام آئیں گے جو ساتھ جائیں گے اور وہاں وہی فصل اٹھانا ہے جس کا آج یہاں بیج بوئیں گے۔ باقی سب ادھر رہ جائیگا قارون کے خزانے اور سکندر کی فتح کی

طرح ادا ا بھی اور گھر بار بھی۔

آئیں اپنی نمازوں کی حفاظت کریں تاکہ کل یہ ہمارے لئے ڈھال بن سکیں نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کریں سنتوں اور نوافل سے سنوار کر ادا کریں، تاکہ کبھی جب دشمن کا حملہ ہو، چاہے وہ شیطان ہو یا نفس، تو سامنے کوئی ڈیفنس لائن تو موجود ہو۔ نوافل کو اتنا بڑھا لیں کہ سنتیں محفوظ ہو جائیں اور غیر مؤکدہ سنتیں نوافل پہ بہر حال مقدم ہیں ہم اکثر ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور نوافل ادا کر لیتے ہیں خصوصاً عشاء کی نماز میں۔

اور یہ سنن و نوافل نہ صرف شیطان نفس کے خلاف ڈھال ہیں بلکہ اگر ہماری نمازوں میں کچھ کمی رہ جائے تو یوم حساب میں سب سے پہلے فرائض کا حساب ہوگا ان میں جو کمی ہوئی اس کو سنتوں سے پورا کیا جائے گا اور جتنی سنتیں کم پڑ جائیں گی انہیں نوافل سے اور جب نوافل کے حساب کی باری آئے گی تو اللہ کریم فرمائیں گے نوافل تو میں نے پہلے ہی معاف کر رکھے ہیں کوئی چاہے تو پڑھے اور نہ چاہے تو نہ پڑھے کچھ پکڑ نہیں۔

جب ہم نماز ادا کرتے ہیں تو آیئے اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ نہ صرف فقہ کی رو سے قابل قبول ہو بلکہ تصوف کی رو سے بھی مقبول ہو۔ مثلاً فقہ سات شرائط نماز مقرر کرتا ہے، نماز کا وقت ہونا، جگہ کا پاک ہونا، جسم و لباس کا پاک ہونا، قبلہ رخ ہونا، عاقل و بالغ ہونا اور باوضو ہونا۔ نماز کی نیت ہونا۔ اگر یہ ساتوں شرائط پوری ہیں تو پھر فقہ رکعات کی گنتی پوری کرتا ہے اور ہر رکعت میں فرائض، سنتیں اور مستحبات وغیرہ دیکھتا ہے اور ہر چیز کو بدرجہ اتم پائے تو نماز کو "ok" کر دیتا ہے۔

تصوف باطن کا شعبہ ہے جس طرح سے فقہ ظاہر کی جانچ پڑتال کرتا ہے اسی طرح تصوف باطن کی جانچ کرتا ہے مثلاً نماز ادا کرتے ہوئے نیت اطاعت الٰہی کی تھی یا ریا اور دکھاوے کی۔ نماز کے کلمات صرف رٹے رٹائے انداز میں زبان سے جاری تھے یا دل پہ ان کا مفہوم بھی عیاں تھا۔ عبادت کا حق تب ادا ہوتا ہے جب یہ احساس موجود ہو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یہ نہیں تو کم از کم یہ احساس ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، آیا ان دونوں میں سے کوئی احساس نماز ادا کرتے ہوئے دل میں جاگزیں تھا یا نماز اس سے عاری تھی؟

وہاں وہی اعمال کام آئیں گے جو ساتھ جائیں گے اور وہاں وہی فصل اٹھانا ہے جس کا آج یہاں بیج بوئیں گے۔

یعنی اللہ کو حاضر و ناظر جاننے کا کیا عالم تھا اور دوران نماز خشوع و خضوع کس درجے پر تھا، یکسوئی کس چیز کو حاصل تھی نماز کو یا دنیا کے دھندوں کو؟ نماز میں داخل ہونے سے لے کر خارج ہونے تک جسم تو حالت نماز میں تھا دل کی کیفیت کیا تھی۔ آیا جب سر جھکا تھا تو کیا اس کے ساتھ دل بھی جھک گیا تھا؟ جب پیشانی زمین پر رکھی تھی تو دل کی سلطنت بھی تج دی تھی؟ تصوف ان سب عوامل کو دیکھتا ہے ہر ایک کو اپنی جگہ پہ پائے تب نماز کو قبول کرتا ہے گو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق نماز صرف شرائط فقہ پوری کر لینے سے بھی ادنیٰ درجے میں سہی لیکن قبول ہو جاتی ہے یا جو اللہ چاہے۔ مگر کیا یہ چیز روز روشن کی طرح عیاں نہیں ہے کہ ہم نے جب سے جہاں جہاں بھی شعبہ باطنی کو نظر انداز کیا تب سے خسارے میں جا رہے ہیں، نہ صرف سارا دین موجود ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ عام ہے، ہر گلی، محلے میں مساجد بھی موجود ہیں اور نمازی بھی لیکن ہمارے اعمال اور کردار اس کے باوجود ہماری مسلمانی کی نفی کرتے ہیں اور ہماری نمازیں ہمیں بے حیائی و برائی سے نہیں روکتیں۔ کیوں؟ کیونکہ ہم عبادت کا حق ہی ادا نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی فکر کرتے ہیں نماز کے نام پہ ایک ٹوٹل پورا کرتے ہیں تو پھر نقصان یہ ہوا کہ نمازوں کی گنتی تو پوری ہو گئی مگر تاثیر کافور ہو گئی، پھول تو بہت خوبصورت ہم نے کالر میں سجا رکھا ہے لیکن نقلی ہے اس میں حیات ہے نہ خوشبو۔

آیئے اپنی نمازوں کو زندہ کریں، نماز صرف ادا نہ کریں اس کو قائم کریں اس کو ایک فعل نہیں حال بنائیں شائد ہماری بگڑی بھی سنور جائے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنیؒ

اقتباس از حیات طیبہ سوانح حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ

مصنف۔ ابوالاحمدین

دریائے چناب کی شوریدہ سر موجوں کو چیرتی ہوئی کشتی طالب والا پتن کے غربی گھاٹ پر جا لگی۔ مسافر ایک ایک کر کے کنارے پر اترنے لگے۔ بعض نے ایک دو کوس کے فاصلہ پر قریبی دیہات تک جانا تھا' وہ پیدل ہی چل پڑے اور دور کے مسافر گھوڑوں اور خچروں کے مالکان سے کرایہ چکانے لگے۔ ان سب سے الگ تھلگ ایک مرد درویش اپنی منزل سے بے خبر کسی غیبی اشارے کے منتظر تھے کہ یہاں سے اب کس طرف جانے کا عندیہ ملتا ہے۔ وضع قطع سے وہ یہاں کے باسی نظر نہ آتے تھے' گندمی رنگ' حسین پرنور چہرہ' لمبی داڑھی' ابھرے ہوئے گال' آنکھوں میں جلال اور گردوپیش سے مستغنی۔

پتن سے جنوب کی سمت دریا کے ساتھ ساتھ حد نگاہ تک گھنے درختوں کا سلسلہ نظر آ رہا تھا' اک سکون اور ٹھہراؤ کا سماں۔ درختوں کا یہ جھنڈ چند سال قبل تک باقی رہا البتہ اب یہ علاقہ کافی حد تک زیر کاشت لایا جا چکا ہے۔ مرد درویش کو جنگل کا یہ سماں پسند آیا اور قدم خود بخود جنوب کی سمت اٹھنے لگے۔ بھوک پیاس اور سفر کی تھکاوٹ کے باوجود وہ درختوں کے ساتھ ساتھ دریا کے بہاؤ کی سمت چلتے رہے' یہاں تک کہ مٹی کے ایک ٹیلہ کے پاس پہنچ کر رک گئے۔ یہی ٹیلہ ان کی منزل تھا جس کے لئے انہوں نے ہزاروں میل کا سفر طے کیا تھا اور مستقبل میں اسی ٹیلے کو ان کی ابدی آرام گاہ بننے کا شرف بھی حاصل ہونا تھا۔

ٹیلہ پر لکڑی کا ایک رہٹ چل رہا تھا جس کی ''ماہل'' پر مٹی کے ڈول نما برتن ایک ہار کی صورت پروئے ہوئے رہٹ کے چکر کے ساتھ کنوئیں سے نکلتے اور ایک ایک کر کے لکڑی کے بڑے سے ''پاڑچھے'' میں پانی انڈیل کر پھر سے کنوئیں میں اتر جاتے۔ ایک دائرے میں خراماں خراماں چلتے ہوئے دو بیل اس رٹ کو چلا رہے تھے اور قریب ہی درختوں کے سائے میں بیٹھے یہاں کے زمیندار اس سارے عمل کی نگرانی کر رہے تھے۔ یہ کوئی عام کسان نہ تھے' حضرت غوث بہاؤ الحقؒ کی لخت جگر کی اولاد میں سے تھے اور اپنے عظیم نانا کے روحانی ورثہ کے امین۔

نووارد درویش نے سلام مسنون پیش کیا۔ زمیندار پہلے ہی دور سے آتے ہوئے مرد درویش کی طرف متوجہ تھے اور ان کے قریب آنے کے ساتھ ساتھ یہ احساس مزید تقویت حاصل کر رہا تھا کہ آنے والی شخصیت کوئی عام مسافر نہیں۔ سلام کے بھرپور جواب کے ساتھ ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور مہمان کو انتہائی عقیدت اور محبت کے ساتھ چارپائی پر بٹھایا۔ پنجاب کی روایتی مہمان نوازی شروع ہو گئی۔ درویش جو ایک طویل سفر سے آ رہے تھے' بھوکے اور پیاسے تھے۔ لسی اور روٹی سے تواضع ہوئی تو بطور اظہار تشکر انہوں نے جیب سے ایک ''گیٹی'' (چھوٹا سا پتھر) نکالی اور زمیندار کو اس طرح پیش کی گویا اس دعوت کے جواب میں کسی انعام سے نواز رہا ہو۔ زمیندار نے پتھر کے اس ٹکڑے کو بغور دیکھا' اک نگاہ مرد درویش پر ڈالی اور پھر اس گیٹی کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ ان کی زبان سے فوراً نکلا۔

''یہ آپ نے کیا کیا؟ یہ کوئی عام پتھر تو نہ تھا' یہ وہ پارس تھا جو پتھر سے مس ہو تو اسے سونا بنا دے''

مہمان کے تعارف کے لئے ان کی ذات ہی کافی تھی جو خود اپنی پہچان تھی لیکن اب میزبان نے بھی اپنا تعارف کرانا ضروری سمجھا:

''یہ بات ہے تو آپ پہچان کر اپنی گیٹی واپس لیجئے''۔ اور اس کے ساتھ ہی کنوئیں سے نکلنے والے گھڑوں نے پانی کے ساتھ ساتھ کنکر اور گیٹیاں بھی انڈیلنا شروع کر دیں' جسے اٹھائیں وہ ہیرا نکلے۔ اس سے زائد اب کسی تعارف کی ضرورت نہ تھی۔ ولی را ولی می شناسد۔ مہمان ظاہر و باطن میں ولی اللہ اور میزبان لباس مجاز

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں زمیندار لیکن باطن میں اللہ تعالیٰ کا ولی۔ مہمان حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنیؒ تھے اور میزبان زمیندار مخدوم امین عبدالغنیؒ تھے۔

آج بھی صدیوں کے تواتر کے ساتھ مقامی آبادی میں حضرت سلطان العارفینؒ کا مزار 'ہیروں والا دربار' کہلاتا ہے۔ یہ نام ہیروں کی نسبت سے اس واقعہ کی سند ہے جو حضرت سلطان العارفینؒ اور میاں عبدالغنیؒ کے مابین تعارف کے ضمن میں پیش آیا۔ یہاں کے لوگ اسی نام سے مزار کو پہچانتے ہیں۔ کوئی اور نام لیں یا حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار کا پوچھیں تو ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

صاحبِ مزار کے بارے میں مقامی لوگ صرف اس قدر جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی ہیں جو زمانہ قدیم میں یہاں تشریف لائے جن کی آمد کے ساتھ علاقے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اُمڈ آئی۔ اس سے قبل ان کے مویشی سیلاب کے بعد پھیلنے والی بیماریوں سے کثیر تعداد میں مر جایا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ولی کی برکت سے ان کی حفاظت فرما دی۔ اس علاقے کے لئے وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت تھے' ان کی آمد اللہ تعالیٰ کی عطا تھی۔ یہ بابرکت ہستی انہیں اللہ تعالیٰ نے دی' 'اللہ دیا' اور پھر مقامی لوگوں میں ان کا یہی لقب مشہور ہوا جو بعد میں اللہ دین میں تبدیل ہو گیا۔ لنگر مخدوم کے گردونواح میں ان کا مزار 'دربار ہیروں والی سرکار' کے نام کے علاوہ 'دربار اللہ دیا' کے نام سے بھی معروف ہے۔

یہاں کے لوگ اب بھی 'ہیروں والی سرکار' یا 'اللہ دیا' کی برکات سے مستفید ہو رہے ہیں۔ یہاں پر مانگی ہوئی دعاؤں کو بارگاہ رب العزت میں قبولیت ملتی ہے۔ سیلاب کے بعد آج بھی مویشی مزار سے ملحقہ درختوں تلے لائے جاتے ہیں جس کے بعد یہاں کے لوگ امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیماریوں سے محفوظ فرمائے گا۔ صاحبِ مزار کے بارے میں اس سے زائد تفصیلات مقامی لوگوں کے علم میں نہیں۔ وہ کون تھے' یہاں کس لئے تشریف لائے اور اب دور دراز سے اجنبی لوگ ان کے مزار پر کیوں حاضر ہوتے ہیں؟ یہ معلوم کرنا شاید ان کی ضرورت بھی نہیں۔

مخدوم عبدالغنیؒ کو نہ صرف مہمان ذی شان کی آخر وقت تک میزبانی کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ 63 برس کی عمر میں جب حضرت سلطان العارفینؒ کا وصال ہوا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے قبرستان میں نہیں' بلکہ اسی ٹیلہ پر دفن کرنا۔ چنانچہ ان کی ابدی آرام گاہ بننے کی سعادت جس زمین کو حاصل ہوئی وہ مخدوم عبدالغنیؒ کے رہٹ والا ٹیلہ ہے۔ آج بھی تھوڑی سی کھدائی کریں تو اس ٹیلہ سے اور بالخصوص مزار سے ملحقہ مسجد کے وضو خانے کی جگہ سے رہٹ کے ٹوٹے ہوئے گھڑوں کی ٹھیکریاں بکثرت ملتی ہیں۔

مخدوم عبدالغنیؒ کے والد گرامی میاں عبدالکریمؒ وہ صاحبِ علم شخصیت تھے جن کے درس میں برصغیر کے اطراف واکناف سے علم کے متلاشی کئی سال گزارنے کے بعد واپس لوٹتے اور اپنے اپنے علاقے میں علم پھیلانے کا ذریعہ بنتے۔ حضرت جیؒ کی ریکارڈ شدہ روایت کے مطابق ان طالب علموں میں بعض 'جن' طالب علم بھی شامل تھے۔

لاہور کے مشہور بزرگ خواجہ محمد اسمٰعیل سہروردیؒ المعروف وڈا میاںؒ بھی مخدوم عبدالکریمؒ کے شاگرد تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے مغلپورہ کے علاقے میں ایک درس قائم کیا جو 'درس وڈے میاںؒ' کے نام سے مشہور ہے۔ اس طرح مخدوم عبدالغنیؒ اور حضرت وڈا میاںؒ ہمعصر تھے۔ تاریخ تصوف کے مطابق حضرت وڈا میاںؒ کا سن پیدائش 995ھ اور سن وفات 1058 ہجری ہے' لہٰذا یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ میاں عبدالغنیؒ اور حضرت سلطان العارفینؒ کا بھی قریباً یہی زمانہ ہے۔

حضرت جیؒ نے جب کبھی حضرت سلطان العارفینؒ کی برصغیر میں آمد کے سن کا ذکر کیا' دسویں صدی ہجری کا اوائل فرمایا لیکن جب وقت کا تخمینہ لگایا' ہمیشہ چار سو سال قبل کہا اور تاریخی اعتبار سے اسے مخدوم عبدالغنیؒ کا زمانہ قرار دیا۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اوائل دسویں صدی ہجری مخدوم عبدالغنیؒ کا زمانہ ہے نہ اسے چار سو سال قبل قرار دیا جا سکتا ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کیونکہ 901ھ دسویں صدی ہجری کا پہلا سال بنتا ہے جو حضرت جیؒ سے پانچ سو سال قبل کا زمانہ ہے۔ حضرت جیؒ نے ہمیشہ فرمایا کہ حضرت سلطان العارفینؒ مخدوم عبدالغنیؒ کے زمانے میں آئے جبکہ مخدوم عبدالغنیؒ کا زمانہ گیارہویں صدی کا نصف اول تو ہو سکتا ہے لیکن دسویں صدی کا آغاز ممکن نہیں، جو ان کے والد مخدوم حافظ عبدالکریمؒ یا ان سے بھی کچھ پہلے کا دور ہوگا۔☆

یہ صورت اکثر پیش آتی ہے کہ گفتگو میں دسویں صدی کی بات کرتے ہوئے ذہن میں 1000ھ کے بعد کا زمانہ آجاتا ہے جو غلط العام ہے۔ اس توجیح کے مطابق اگر حضرت جیؒ کے الفاظ ''اوائل دسویں صدی ہجری'' سے 1000ھ سے 1025ھ کا زمانہ مراد لیا جائے تو یہ مخدوم عبدالغنیؒ کا ہی دور ہے اور حضرت جیؒ کے فرمان کے مطابق 400 سال قبل کی مدت بھی درست شمار ہوتی ہے۔

حضرت سلطان العارفینؒ مدینہ شریف کے باسی تھے۔ اپنے شیخ حضرت ابوایوب محمد صالحؒ سے روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد سیاحت کے لئے روانہ ہوئے اور مختلف بلاد سے گھومتے ہوئے بالآخر ہندوستان تشریف لائے۔ دہلی سے انہوں نے واپسی کا سفر اختیار کیا اور جب لنگر مخدوم پہنچے تو بقیہ عمر یہیں گزار دی۔ یہاں آنے کا مقصد اس وقت انہیں خود بھی معلوم نہ تھا۔ کئی صدیوں تک فیوض و برکات کا یہ خزانہ مستور رہا یہاں تک کہ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ نے اس کی نشاندہی کا شرف حاصل کیا اور پھر حضرت جیؒ کی روحانی تربیت فرمانے کے ساتھ ہی ان کی یہاں تشریف آوری کا مقصد پایہ تکمیل کو پہنچا۔

مخدوم خاندان

حضرت سلطان العارفینؒ کے میزبان عبدالغنیؒ کا تعلق مخدوم خاندان سے تھا۔ اس خاندان کے جد امجد مخدوم برہان الدینؒ حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ (1245ء) ملتانی کے خلیفہ اور داماد تھے۔ سلاسل تصوف میں ان کی نسبت سلسلہ سہروردیہ سے ملتی ہے۔ حضرت غوث بہاؤالحقؒ نے انہیں بغرض تبلیغ ملتان سے روانہ فرمایا۔ مخدوم برہان الدینؒ کے دیرینہ رفیق اور محبوب دوست حضرت شہابل شاہؒ بھی ساتھ آئے اور عمر بھر کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ آج لنگر مخدوم کے نزدیک چنگڑانوالہ کے قبرستان میں حضرت میاں برہان الدینؒ اور حضرت شہابل شاہؒ کی متصل قبریں ان کی مستقل رفاقت کا احساس دلاتی ہیں۔ مخدوم خاندان کی روایت کے مطابق روانگی کے وقت حضرت غوث بہاؤالحقؒ نے مخدوم برہان الدینؒ کے لئے افزائش نسل کی دعا فرمائی، چنانچہ اس تاریخی قبرستان کی چاردیواری میں مخدوم برہان الدینؒ کا کثیر خاندان آباد نظر آتا ہے۔ نسل در نسل اللہ تعالیٰ کے ولی، ان میں سے ہر ایک کی قبر پر الگ بہار اور انوارات و کیفیات جدا جدا ہیں۔ ایک گلدستہ ہے جس میں طرح طرح کے پھول اپنی منفرد خوشبو اور جدا جدا رنگ کا نظارہ پیش کر رہے ہیں۔

اس قبرستان میں جب حضرت سلطان العارفینؒ کے میزبان، مخدوم عبدالغنیؒ کو دفن کیا گیا تو ان کے پاؤں کی سمت مخدوم حافظ عبدالکریمؒ کی قبر تھی جو ان کے والد تھے اور استاد بھی۔ درمیان میں کچھ اور قبروں کی وجہ سے تدفین کے وقت قرینہ ادب کا خیال نہ رکھا گیا لیکن دوسرے روز جب لوگ قبرستان میں آئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ مخدوم عبدالغنیؒ کی قبر کا رخ ان کے والد گرامی اور استاد محترم کے سرہانے سے قدرے پھر چکا ہے۔ آج بھی یہ قبر چنگڑانوالہ کے قبرستان میں اپنی منفرد سمت اور اس پس منظر کی وجہ سے ادب و احترام کا لازوال سبق دے رہی ہے۔

حضرت جیؒ لنگر مخدوم آتے تو چنگڑانوالہ کے اس قبرستان میں اکثر تشریف

☆ 1978ء میں حضرت جیؒ لنگر مخدوم کے اجتماع کے دوران احباب سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کی آمد کا ذکر ہوا تو ایک صاحب نے سوالیہ انداز میں کہا، تین سو سال قبل؟ کرنل مطلوب حسین نے کہا، چار سو سال قبل؟ حضرت جیؒ نے فرمایا: ''دسویں صدی ہجری کے شروع میں آئے۔'' پھر آپؒ نے حساب لگاتے ہوئے فرمایا: ''دسویں صدی، گیارھویں، بارھویں صدی، تیرھویں صدی، چودھویں صدی، پانچ سو سال قبل۔''

پانچ سو سال کے بارے میں یہ واحد روایت ہے ورنہ آپؒ نے ہمیشہ فرمایا: ''دسویں صدی کا اوائل، چار سو سال قبل''

www.naqshbandiaowaisiah.com

لے جاتے۔ ایک مرتبہ ساتھیوں کے ہمراہ قبرستان کے قریب پہنچے تو انتہائی تیز خوشبو نے استقبال کیا۔ بعض احباب بے ساختہ پکار اٹھے کہ یہاں تو اس طرح خوشبو آ رہی ہے جیسے گلاب کا باغ لگا ہوا ہو۔☆

دراصل حضرت جیؒ جب حدود قبرستان کے قریب پہنچے تو اہل اللہ کی ارواح نے بڑھ کر استقبال کیا اور ساتھیوں کو اس طرح خوشبو محسوس ہوئی جیسے گلاب کا باغ لگا ہو۔ حضرت جیؒ سے یہ کیفیت عرض کی تو آپؒ نے فرمایا۔

''میں تمہیں باغ دکھانے ہی تو جا رہا ہوں۔ اس قدر اولیائے کرام اس قبرستان کی چار دیواری میں آرام فرما ہیں جس کی نظیر حجاز مقدس کے علاوہ دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔'' (☆☆)

حضرت جیؒ کی ہدایت تھی کہ لنگر مخدوم آئیں تو چنگڑانوالہ کے اس قبرستان میں ضرور جایا کریں۔

مخدوم برہان الدینؒ کے بعد خواجہ قطب محمد شاہ دولہؒ دہلی سے اس علاقے میں تشریف لائے۔ وہ قطب مدار تھے اور مستجاب الدعوات بھی۔

حضرت جیؒ اگرچہ خود بھی مستجاب الدعوت تھے لیکن ذاتی امور سے متعلق دعا کے لئے اکثر خواجہ قطبؒ سے روحانی رابطہ فرماتے۔ جب قبولیت کا معاملہ نہ ہوتا تو قطب صاحبؒ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کی بجائے فرماتے' حضرت آپ خود دعا فرمائیں۔ آج بھی ان سے دعا کے لئے عرض کریں۔ تو بعض اوقات کچھ اسی طرح کی صورت پیش آتی ہے۔

چنگڑانوالہ آنے والے اکثر زائرین خواجہ قطب محمد شاہ دولہؒ کی قبر سے ناواقف ہیں اور اس کی نشاندہی بھی نہیں کی گئی البتہ سلسلہ عالیہ کے احباب یہاں آئیں تو خواجہ قطبؒ سے دعا کی درخواست بھی کرتے ہیں اور یہی حضرت جیؒ کا بھی معمول تھا۔ آپؒ جب کبھی یہاں تشریف لاتے' کچھ دیر خواجہ قطبؒ کی قبر پر ضرور ٹھہرتے اور دعا کے لئے کہتے۔ اس نسبت سے اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ قطب محمد شاہ دولہؒ کی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک فرمائے۔ آمین!

مخدوم خاندان کے اسلاف کے اس تذکرہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ نے ایک عمر سیاحی میں بسر کرنے اور ہزاروں میل سفر کے بعد لنگر مخدوم کے دور افتادہ مقام کو اپنے مستقل قیام کے لئے کیوں پسند فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی یہ باور کرنا بھی غلط نہ ہوگا کہ مخدوم خاندان کے جد امجد اور اسلاف کی قد آور شخصیات کے بعد دہلی سے حضرت خواجہ قطب محمد شاہ دولہؒ اور ان کے بعد حضرت سلطان الارلعارفینؒ کی تشریف آوری نے مخدوم خاندان کو اپنے اس کردار پر قائم رکھا جس کی تشخیص فرما کر حضرت غوث بہاؤ الحق ؒ نے اپنی لخت جگر اور داماد کو ملتان سے روانہ فرمایا تھا۔ اس طرح یہاں صدیوں سے وہ زمین تیار ہو رہی تھی جس سے ایک مرتبہ پھر سلسلہ اویسیہ کی نمو مشیت الٰہی تھی۔

اسی خاندان کے مخدوم شیر محمدؒ (المتوفی 1954ء) وہ بزرگ ہیں جن کے پاس حضرت جیؒ اپنے استاد مکرم کے چوری شدہ بیلوں کی بازیابی کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ ان کے والد مخدوم احمد یارؒ بھی مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی خدمت میں علاقہ بھر سے لوگ حاجات کے سلسلے میں دعاؤں۔ کے لئے حاضر ہوا کرتے۔ مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی

☆ یہ الفاظ لکھ رہا تھا کہ اس خوشبو کا ادراک دو سو میل کے فاصلہ پر پنڈی میں ہوا۔ اللہ اللہ، روحانیت ایک اور ہی دنیا ہے۔ جس میں ربط و تعلق کے اپنے اسلوب ہیں جو ظاہری واسطوں کے محتاج نہیں۔ کیا خبر کون سا قاری کب یہ خوشبو اسی طرح محسوس کر لے۔

☆☆ مختلف کیفیات میں تیز خوشبو کا ادراک احباب کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے گویا کسی نے عطر کی شیشی بالکل سامنے توڑ دی ہو جس سے گلاب کی تیز خوشبو ہر طرف پھیل جائے اور بعض اوقات یہ خوشبو مختلف نوعیت کی ہوتی ہے جیسے بہت سی خوشبوؤں کا مجموعہ۔''

حضرت امیر المکرم سے ایک مرتبہ اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ ''جب کسی بڑی ہستی سے روحانی رابطہ ہو یا توجہ ملے تو کبھی کبھی تیز خوشبو بھی محسوس ہوتی ہے جس کی نوعیت صاحب توجہ کی اپنی کیفیت اور مقام و مرتبہ کے مطابق الگ الگ ہوتی ہے۔،،

حضرت جیؒ اور حضرت امیر المکرم کے ساتھ دوران سفر اسی طرح کی تیز خوشبو سے اکثر معلوم ہو جاتا ہے کہ حدود کی تبدیلی کے ساتھ نئے علاقہ میں داخل ہوتے ہوئے وہاں کے اہل اللہ کی ارواح استقبال کے لئے موجود ہیں۔ یہ جہاں اور ہے جس کے سلاطین جدا اور آداب (Protocol) مختلف۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

چوری شدہ گائے کی بازیابی کیلئے دعا کرانے حاضر ہوا لیکن انہوں نے دعا کی بجائے فرمایا' گائے چور کو بخش دو۔ اس نے بادل نخواستہ گائے چور کو بخش دی اور پریشان حال واپس لوٹا۔ جب تین روز گزرے تو گائے خود بخود اس کے ڈیرہ پر واپس پہنچ گئی۔ دوبارہ حاضر خدمت ہوا اور گائے کی واپسی کی اطلاع دی۔ مخدوم احمد یارؒ یہ سن کر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا۔

''حلال وحرام ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ چور کے ڈیرہ پر تمام مال حرام کا تھا' تم نے گائے بخش دی تو یہ اس کے لئے حلال ہو گئی۔ چونکہ حرام مال کے ساتھ اس کا رہنا محال تھا اس لئے واپس آ گئی لیکن اس بات کا دکھ ہے کہ یہ پہلے دن ہی واپس کیوں نہیں آئی۔ شاید کچھ کمی میرے اپنے معاملات میں ہے جس پر ندامت کے آنسو بہا رہا ہوں۔''

مخدوم احمد یارؒ کے والد میاں غلام رسولؒ (المتوفی 1893ء) کی نسبت قادری سلسلہ سے تھی۔ اپنے ابتدائی زمانہ میں حضرت جیؒ چنگڑانوالہ میں جب بھی ان کی قبر پر تشریف لے جاتے تو وہ وہاں نہ ہوتے بلکہ علیین میں ہی رہتے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا کرتے۔

''کیوں تنگ کرتے ہو۔ ملاقات اس لئے نہیں ہوسکتی کہ میں علیین میں ہوں اور آپ کی وہاں رسائی نہیں ہوتی۔ چلو مراقبہ ''موتو'' کرا دیتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی وہ حضرت جیؒ کو علیین میں لے گئے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے۔

''مراقبہ ''موتو'' میں نے میاں غلام رسولؒ سے حاصل کیا۔ یہ مراقبہ منازل سلوک سے نہیں' صرف سیر ہے اصلاح نفس کے لئے کہ اس طرح حالات پیش آئیں گے۔''

ایک بار یہ بیان کرتے ہوئے حضرت جیؒ نے جلال کے عالم میں فرمایا۔

''دیکھ لو بیت المعمور' سدرۃ المنتہیٰ' لوح محفوظ' وہ جگہ جہاں آپ ﷺ کو اللہ پاک سے کلام ہوا۔''

حضرت جیؒ کا یہ ارشاد اہل بصیرت کے مشاہدہ کے لئے کافی تھا۔ پھر آپؒ نے کرسی دکھائی اور فرمایا۔

''یہ مقامات سلوک میں داخل نہیں۔ مقدس مقامات ہیں' اس لئے کروا دیئے۔ سلوک وہ ہے جو متقدمین سے ملا' تواتر کے ساتھ۔ قلب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے' ساری دنیا اس میں سما جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے۔''

مخدوم عبدالغنیؒ کو حضرت سلطان العارفینؒ کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا تھا تو میاں شیر محمدؒ کو بھی سعادت حضرت جیؒ کے سلسلہ میں حاصل ہوئی۔ البتہ حضرت سلطان العارفینؒ کا مزار چونکہ مخدوم عبدالغنیؒ کی زمین پر واقع ہے اس لئے ان کی میزبانی کا شرف قیامت تک کے لئے ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے ایماء پر مخدوم کرم الٰہی نے ٹیلہ سے درخت کٹوا کر حضرت سلطان العارفین کا مزار تعمیر کرایا۔ 1925ء کا بندوبست اراضی ہوا تو حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے شاگرد تحصیلدار وزیر علی نے ایک مربع زمین بھی مزار کے نام وقف کر دی۔ 1978ء میں مزار سے ملحقہ مسجد پختہ ہوئی جس کی مزید توسیع 1986ء میں کی گئی۔

مخدوم خاندان میں کئی بلند پایہ صوفی گزرے ہیں۔ قطب مدار حضرت خواجہ محمد شاہ دولہؒ دہلی سے یہاں تشریف لائے۔ حضرت سلطان العارفینؒ مدینہ شریف سے آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ ان بلند مرتبت ہستیوں کے باوجود دور حاضر سے قبل لنگر مخدوم کا تشخص درس وتدریس کے حوالے سے تو ملتا ہے مگر ایک روحانی مرکز کی حیثیت سے نہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ نے فیض کے اس چشمہ کی نشاندہی کی اور جب حضرت جیؒ کا حضرت سلطان العارفین سے روحانی رابطہ قائم ہوا تو فیض کا یہ سوتا پھر سے پھوٹ پڑا۔

یہ دستور الٰہی ہے کہ مخلوق کی ضروریات کا اہتمام پہلے سے کر دیا جاتا ہے' زمین میں دفن تیل کی مانند یا نایاب یورینیم کی طرح جس کے خزانے تخلیق ارض کے ساتھ ہی اس کے سینہ میں رکھ دیئے گئے تھے لیکن لاکھوں سال گزرنے کے بعد آج کا انسان ان سے مستفید ہو رہا ہے اسی طرح حضرت سلطان العارفینؒ اگرچہ چار صدیاں قبل یہاں تشریف لائے لیکن انہیں دور حاضر میں روئے زمین پر سلسلہ اویسیہ کے احیاء کا ذریعہ بننا تھا جس کے متعلق شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔

''زیر زمین پانی کی طرح کسی وقت چشمہ کی صورت ابل پڑتا ہے اور زمین کو جل تھل کر دیتا۔''

حضرت سلطان العارفینؒ مہبط

www.naqshbandiaowaisiah.com

نبوی ﷺ سے یہاں تشریف لائے اور عمر طبعی بسر کرنے کے بعد سلسلہ عالیہ کو ساتھ لئے علیین میں منتقل ہو گئے۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے توسط سے اس مستور خزانے کی نشاندہی ہوئی اور پھر حضرت جیؒ روئے زمین پر سلسلہ اویسیہ کے احیاء کا ذریعہ بنے۔ آپؒ کا فرمان ہے:-

''میرے اور میرے شیخ مکرم کے درمیان چار صدیوں کا فاصلہ تھا۔ میں نے اویسی طریقہ سے اپنے شیخ کی روح سے فیض بھی حاصل کیا اور خلافت بھی ملی''۔

آداب شیخ کی وجہ سے حضرت جیؒ ایک عرصہ تک حضرت سلطان العارفینؒ کے حالات زندگی کے بارے میں کچھ دریافت نہ کر پائے۔ اسی طرح دو تین سال گزر گئے۔ شیخ کے حالات کے بارے میں تجسس تو تھا لیکن سوال کی جسارت نہ کر پاتے۔ آخر ایک روز دل کی بے زبانی رنگ لائی۔ حضرت سلطان العارفینؒ نے یہ حالت دیکھتے ہوئے خود ہی فرمایا۔

''اچھا آج بدھ ہے۔ جاؤ' کل جمعرات' پرسوں جمعہ کے دن میرے پاس آنا۔ قلم دوات اور کاغذ لانا' میں آپ کو اپنے حالات بتاؤں گا۔''

حضرت جیؒ فرماتے ہیں۔

''دن گزرتے نہیں تھے۔ وقت لمبا ہو گیا۔ جمعہ کے روز حاضر ہوا تو حضرت سلطان العارفینؒ نے اپنے حالات قلمبند کرائے۔

حضرت سلطان العارفینؒ ہاشمی النسل تھے اور ان کا تعلق روضہ الرسول ﷺ کے مجاور خاندان سے تھا۔ دسویں صدی ہجری کے اوائل میں ان کے شیخ حضرت ابوایوب محمد صالحؒ مدینہ منورہ آئے تو ان کی روحانی تربیت فرمائی اور شیخ سے سالک المجذوبی تک سلوک طے کیا۔ پھر سیاحت کی طلب ہوئی تو مدینہ منورہ سے حضرت ابوایوب محمد صالحؒ نے انہیں رخصت کیا اور وہ خود خراسان واپس چلے گئے۔''

حضرت جیؒ کو اپنے حالات قلمبند کراتے ہوئے حضرت سلطان العارفین نے فرمایا:-

''میں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ دہلی سے ہوتا ہوا یہاں آیا تو جنگل تھا۔ دل لگا کر یہیں ٹھہر گیا۔ زندگی میں کسی کو قریب نہیں آنے دیا۔ شیخ کی اجازت کے بعد مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو اس کے بعد پوری عمر کسی عورت کی شکل نہیں دیکھی''۔☆

حضرت جیؒ نے حضرت سلطان العارفینؒ سے مدینہ منورہ سے نقل مکانی کا سبب دریافت کرتے ہوئے عرض کیا۔

''یہ مہبط وحی' دارالخلافہ اسلام کا اور نبوت کا متبرک مقام! چھوڑ کر یہاں کیوں آئے؟''

فرمانے لگے۔

''اس وقت تو پتہ نہیں چلا' اب پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تربیت کا کام لینا تھا''

ایک مرتبہ مراقبہ کی حالت میں یہی بات ایک دوسرے پیرائے میں حضرت مولانا عبدالرحیمؒ سے بھی ظاہر ہو گئی۔

''جس آدمی کا انتظار تھا' وہ آ گیا ہے۔''

مراقبہ کے بعد حضرت جیؒ نے دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ قول دراصل حضرت سلطان العارفین کا تھا جو ان کی زبان سے ادا ہو گیا۔

مختصراً اپنے حالات بیان کرنے کے بعد حضرت سلطان العارفین نے حضرت جیؒ کو فرمایا۔

''انت مجاوری' یہاں رہو' جس کو تم پیش کرو گے اس کو میں فیض دینے کے لئے تیار ہوں''

تین سال بعد حضرت جیؒ کو صاحب مجاز بنایا لیکن سلسلہ بدستور اپنے ہاتھ میں رکھا۔ سلسلہ منتقل ہونے تک حضرت جیؒ اگر کسی کو صاحب مجاز بناتے یا روحانی بیعت کراتے تو اس کے لئے حضرت سلطان العارفینؒ کی توثیق ضروری ہوا کرتی تھی۔

حضرت سلطان العارفینؒ کا عربی نام کیا تھا؟ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے' ان کا نام 'اللہ دین' مقامی لوگوں کے دیئے ہوئے نام 'اللہ دیا' کی ایک صورت ہے۔ اپنا اصلی نام انہوں نے بتایا نہ حضرت جیؒ نے دریافت کرنا ضروری خیال کیا۔ اب ان کا علاقائی نام حضرت اللہ دینؒ ہی معروف ہے۔

اگرچہ مدینۃ النبی ﷺ کی نسبت

(باقی صفحہ نمبر 51 پر ملاحظہ کریں)

☆ حضرت جیؒ نے 1980ء میں فرمایا تھا کہ حضرت سلطان العارفینؒ کے روضہ کے اندر خواتین کو جانے کی اجازت نہیں اور اس وقت تک یہی صورتحال تھی۔ افسوس کہ اب اس کے خلاف عمل شروع ہو چکا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

بہبود آبادی یا اسلام دشمنی

خباب احمد خان

ہر سال جولائی کی گیارہ تاریخ کو ''بہبود آبادی کا عالمی دن'' منایا جاتا ہے۔ جس میں کرہ ارض کی بڑھتی ہوئی آبادی کے مسائل پر ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے حکمران، معاشی ماہرین اور حقوق انسانی کی تنظیمیں اپنی پریشانی کا اظہار کرتی ہیں اور پھر اس کا ایک ہی حل تجویز کیا جاتا ہے کہ آبادی میں اضافہ کو روکنے کیلئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کی ضرورت ہے ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کی حد تک تو بات کچھ نہ کچھ سمجھ میں آ سکتی ہے مگر اس کے پیچھے ترقی یافتہ ممالک کا ہاتھ کیوں ہے؟ اور وہ خاندانی منصوبہ بندی اور بہبود آبادی کے نام پر اتنی امداد کیوں دے رہے ہیں؟ اس بات کو سمجھنے سے عام آدمی قاصر ہے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ اگر کوئی فرد یا ملک اپنا پیسہ کہیں لگاتا ہے تو اس کے پیچھے اس کے اپنے مقاصد کارفرما ہوتے ہیں۔ کوئی اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ بلا جواز اور بلا فائدہ اپنا پیسہ پانی کی طرح بہائے۔ عمومی طور پر فیملی پلاننگ کے علمبردار یہ کہتے ہیں کہ ہم تو آبادی گھٹانے کا مشورہ اس لئے دیتے ہیں تاکہ زیادہ آبادی کے بوجھ سے تمہاری اقتصادیات تباہ نہ ہو جائے اور تم غریب نہ ہو جاؤ حالانکہ یہ ایک پروپیگنڈہ ہے، کیونکہ پاکستان میں فیملی پلاننگ کی شرح تین فیصد سے 2.2 (دو اعشاریہ دو فیصد) ہونے کے باوجود نہ تو غربت میں کمی ہوئی اور نہ ہی غیر ملکی قرضوں میں، بلکہ اس کے مقابلے میں بیروزگاری اور بیرونی قرضوں کا حجم تیزی سے بڑھا ہے۔ اصل میں مغرب ممالک کو جو فکر کھائے جا رہی ہے وہ یہ ہے جس کا اظہار بہبود آبادی پروگرام کے موجد اور اسلام دشمن امریکی پروفیسر نکولس ریبرڈ سٹاڈ نے (امریکی فوجی کانفرنس برائے طویل المیعاد منصوبہ بندی میں ایک مقولہ پڑھتے ہوئے) کیا۔

''مسئلہ یہ ہرگز نہیں کہ غریب ممالک بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے زیادہ غریب ہوتے جا رہے ہیں (بلکہ) اصل میں ہماری پریشانی یہ ہے کہ ایسا کیوں نہیں ہو رہا۔۔۔؟''

اور پھر O.E.C.D (ادارہ اقتصادی تعاون و ترقی) کی ایک رپورٹ کا حوالہ دیا جس کے مطابق دنیا کے 32 ایسے ممالک میں دنیا کی آبادی میں اضافہ ان کی پیداواری عمل کی کثیر ترقی میں مانع نہیں ہوا، پھر پروفیسر نکولس اصل نکتے کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں ''دراصل ہمارے لئے اصل درد سر دنیا میں بڑھتی ہوئی مسلم آبادی ہے جس نے ماضی میں بہت سے ناموافق نتائج پیدا کئے، مثلاً لبنان میں جہاں حکومتی اختیارات کی تقسیم مذہب کی عددی کثرت پر منحصر ہے، 1932ء کی رائے شماری کے مطابق مسلمانوں اور عیسائیوں کی آبادی کا تناسب پانچ اور چھ تھا جبکہ 1975ء میں مسلمانوں کی افزائش نسل کی بدولت عیسائیوں کے مقابلے میں وہ ٹھوس اکثریت حاصل کر چکے ہیں۔'' اہل مغرب معیشت کی کمزوری اور غربت میں اضافے کا یہ ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کی افزائش نسل کو روکنا چاہتے ہیں، مگر پروفیسر نکولس کے بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آبادی میں اضافے کے باوجود غربت میں اضافہ نہ ہونا بھی مغرب کی پریشانی کا ایک سبب ہے اس سے قرآن کی حقانیت اور اس کے آفاقی اعلان کی صداقت خود بخود واضح ہو جاتی ہے: ''اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ پر ہے'' (ھود:٦) کیونکہ ''روزی دینے والا تو اللہ ہی ہے جو زور آور اور مضبوط ہے'' (الطور:۵۸) اور ''بے شک اللہ ہی سب رزق دینے والوں میں بہتر رزق دینے والا ہے'' (الحج:۵۸) اسی لئے اس نے یہ حکم دیا: ''اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دیتے ہیں'' (بنی اسرائیل 31) پھر سورۃ الانعام کی آیت نمبر 151 میں اللہ کی طرف

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے جو چیزیں حرام قرار دی گئیں ان میں پہلا شرک، دوسرا والدین کی نافرمانی اور تیسرا نسل کشی ہے۔اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ:

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش

آج ہم اسی فکر معاش کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی روح عصرِ حاضر کے ان ملک الموتوں کے ہاتھوں قبض کروا چکے ہیں۔ ہمارا مقتدر طبقہ اور معاشی ماہرین ان کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں اور معیشت کی بحالی کے غم میں گھلے جا رہے ہیں جبکہ اہل مغرب کی جو منصوبہ بندی ہے اس سے یا تو وہ بالکل بے خبر ہیں یا انداز تغافل اپنائے ہوئے ہیں۔

ہر رنگ میں شیطان ہے مسلمان کا دشمن
ہر بھیس میں رقاص ہیں ابلیس کے فرزند

ایک طرف مغرب اس پر اپنی پریشانی کا اظہار کر رہا ہے کہ مسلمانوں میں افزائشِ نسل کیوں ہو رہی ہے؟ تو دوسری طرف اس کو یہ غم بھی کھائے جا رہا ہے کہ مغرب کی اپنی آبادی کیوں نہیں بڑھ رہی۔ چنانچہ پروفیسر نکولس کے بقول ''ہمیں جو مشکل درپیش ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی جو آبادی مغربی اقتدار کے زیر اثر ہے اس کی تعداد کیسے بڑھائی جائے۔۔۔؟ اس کے دو ہی طریقے ہیں یا تو مغربی دنیا کی آبادی بڑھائی جائے یا پھر باقی دنیا کی آبادی کم کر دی جائے۔۔۔۔ اب جبکہ مغرب کی نوجوان نسل اپنی تربیت کے زیر اثر مادہ پرست، خود غرض اور عیاش ہونے کی بدولت افزائش نسل کے بوجھ کو اپنے ذمہ لینے سے انکاری ہے تو مغرب دوسرا طریقہ آزما رہا ہے کہ باقی دنیا کی آبادی کم کر دی جائے۔''

میخانہ یورپ کے دستور نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر

آبادی میں اضافہ ہی وہ سب سے بڑا محرک ہے جس سے آج دنیا کے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ترقی اور ہما ہمی نظر آتی ہے۔ مسلم ممالک کو چھوڑیئے غیر مسلم ممالک کی مثالیں موجود ہیں۔ ہالینڈ کے نام سے کون واقف نہیں اٹھارہویں صدی عیسوی میں اس کی آبادی بمشکل **10** لاکھ تھی۔ **1950**ء میں ایک کروڑ تک پہنچ گئی، اس آبادی کو رہائش کیلئے صرف **12850** مربع میل رقبہ میسر ہے، یہ آبادی نہ صرف اپنی ضروریات میں خودکفیل ہے بلکہ غذائی سامان برآمد بھی کر رہی ہے، کہاں دس لاکھ اور کہاں ایک کروڑ، افرادی قوت میں اضافے کے باعث انہوں نے سمندروں کو دھکیل کر اور وادیوں کو صاف کر کے دو لاکھ ایکڑ زمین نکال لی اور مزید تین لاکھ ایکڑ کیلئے وہ اپنی کوششیں بروئے کار لا رہے ہیں۔ اس سے مغرب کے گمراہ کن فلسفے کی قلعی کھل جاتی ہے کہ آبادی میں اضافہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

یورپ میں خاندانی منصوبہ بندی کا آغاز **1960**ء میں ہوا، شرح پیدائش کم کرنے کیلئے اربوں ڈالر خرچ کئے گئے۔ تاہم **1975**ء میں یہ شرح **2.1** سے بھی کم ہو گئی تو مغربی ماہرین نے محسوس کیا کہ شرح پیدائش اس سے کم ہوئی تو ہماری نسل کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے گا، مگر مادہ پرستی اور عیاشی کا شکار نسل اب ان کی بات کیسے مانتی؟ آبادی کی شرح فی عورت **2.1** ہو جائے تو آبادی میں اضافہ صفر ہو گا یعنی آبادی میں جتنا اضافہ ہو گا اموات کی تعداد بھی اتنی ہو گی۔ **2.1** سے کم ہونے کی صورت میں اضافہ منفی ہو گا چنانچہ مغرب میں اوسطاً ایک عورت **1.6** بچے پیدا کر رہی ہے جس کی وجہ سے ہر سال مغرب کی آبادی گھٹ رہی ہے۔ ورلڈ بینک کے **1994**ء کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی آبادی **5.6** بلین ہے جس میں مغربی ممالک کی آبادی **84** کروڑ ہے یعنی عالمی آبادی کا **15** فیصد۔ شرح پیدائش کی کمی نے مغرب میں بوڑھوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا ہے۔ جس کے باعث مغرب بڑی تعداد میں افرادی قوت درآمد کرنے پر مجبور ہے۔ اس وقت مغرب میں بیرونی آبادکار افراد کا تناسب دس فیصد ہے جس میں روز افزوں اضافہ جاری ہے۔

یہ پریشان کن صورتحال مغرب کی اجارہ داری اور اس کی بقاء کیلئے ایک بڑا خطرہ ہے۔ جس کے باعث اہل مغرب کو کسی پل چین نہیں آتا۔ نومبر **1996**ء میں فرانس کی حکومت نے آبادی بڑھاؤ پروگرام کا اعلان کر کے یورپ اور امریکہ کو حیران کر دیا ''دو بچے خوشحال گھرانہ'' کی بجائے تیسرے یا چوتھے بچے کی پیدائش پر خواتین کو تین برس تک باقاعدہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

بقیہ حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنیؒ

سے اس کے ساتھ مدنی کا اضافہ ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی سے عرض کیا کہ احباب تو پوچھنے کی جسارت نہیں کر سکتے' مناسب ہو تو آپ معلوم کر دیجئے لیکن ان کی خاموشی سے اندازہ ہوا کہ حضرت جیؒ کا ادب مانع ہے۔ اس امر میں جب حضرت جیؒ نے سکوت فرمایا تو اب دریافت کرنا آداب شیخ کے خلاف ہوگا اگرچہ کشفاً دریافت کیا جا سکتا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت جیؒ سے مختلف جماعتوں' بشمول چند دینی جماعتوں نے رابطہ کیا اور عہدوں کے علاوہ مالی فوائد کی پیش کش بھی کی۔ حضرت جیؒ جب حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو یہ معاملہ بھی پیش کیا۔ انہوں نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی' پھر فرمایا:-

''یہ جماعتیں نہیں' تجارت کی کمپنیاں ہیں۔ یہ تاجر ہیں۔ یہ دین فروش ہیں۔ مسجد ان کی منڈی ہے۔ منبر ومحراب ان کی دکانیں ہیں۔ یہ دین فروش ہیں' یہ اپنے مفاد کے لئے دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کسی جماعت میں نہیں جانا۔''

پھر فرمایا:-

''کیا آپ آدمی نہیں؟ کیا آپ کی جماعت نہیں؟ یہ تو زندے (عالم دنیا میں) ہیں۔ برزخ والوں کی آپ کی جماعت ہے۔ تن تنہا رہ کر کام کریں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ آپ کی جماعت آپ کے ساتھ ہوگی''۔

یہ سن کر حضرت جیؒ تمام جماعتوں سے متنفر ہو گئے اور آخر وقت تک یہی صورت برقرار رہی۔

حضرت جیؒ کا عمر بھر یہ معمول رہا کہ وہ سال میں کم از کم ایک بار احباب کے ہمراہ حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر ضرور حاضری دیتے۔ 1977ء سے تین روزہ سالانہ اجتماع کا آغاز ہوا۔ اکتوبر 1983ء کے سالانہ اجتماع میں حضرت جیؒ نے آخری بار یہاں حاضری دی۔ حضرت جیؒ کا دستور تھا کہ یہاں آمد کے ساتھ سیدھے مزار پر حاضر ہوتے اور کچھ دیر مراقب رہتے۔ اس کے بعد آپؒ مسجد کے صحن میں حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کی قبر پر کچھ دیر کے لئے رکتے۔ اجتماع کے اختتام پر روانگی سے قبل بھی یہی عمل دہرایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ حضرت جیؒ کے شیخ حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی آخری آرام گاہ پر کروڑوں کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے جہاں سے صدیوں کے توقف کے بعد ایک مرتبہ پھر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا احیاء ہوا اور اس مرتبہ کسی ایک علاقے کیلئے نہیں عالم انسانیت کے لئے بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے..... آمین۔

نوٹ:- ترمیم واضافہ کے لئے اپنی آراء سے مستفید فرمائیں۔ ایڈیٹر المرشد

طور پر معقول ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔ فرانس کے وزیراعظم کے بقول ''منصوبہ بندی کے عمل سے یورپ کی آبادی غائب ہوتی جارہی ہے میں اسے اجتماعی خودکشی کے مترادف سمجھتا ہوں' اجتماعی خودکشی کے اس طریقے کو مغرب مسلمانوں پر آزما رہا ہے اور ہمارے روشن خیال طبقے اور روشن خیال مولوی اس اجتماعی خودکشی کیلئے مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یورپ کی کافرانہ تقلید اور اس کا دم چھلا بننے کو ترقی پسندی سمجھتے ہیں۔

سمجھ رہے وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے ہیں نشیمن سے زیادہ قریب

آفاقی اور ابدی تعلیمات سے منہ موڑ کر اس تہذیب کو جو خود لب گور ہے اپنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ مغرب ہمیں اپنی تہذیب اور تشخص سے محروم کر کے اپنا غلام بنانے کے طریقے ڈھونڈ رہا ہے اور ہم حقائق سے آنکھیں موند کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے چلے جارہے ہیں اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ، آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے
ہوجاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں
وہ قطرہ نیساں کبھی نہیں بنتا گوہر

☆☆☆☆☆☆☆☆

انتخابات 2002ء

حافظ عبدالرزاق۔ ایم اے

آج کے اخبار میں یہ اعلان ہوا ہے کہ "آج تیسویں حکومت کیلئے 7 کروڑ 20 لاکھ ووٹر اظہار رائے کریں گے" اظہار رائے کا مرکب اس عمل کیلئے استعمال کیا گیا ہے جسے عرف عام میں ووٹ ڈالنا کہتے ہیں مگر اس لفظ میں اتنا ابہام ہے کہ حقیقت تک رسائی ممکن نہیں۔ ووٹ کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ مثلاً ایک لحاظ سے یہ شہادت ہے اور آج جو ووٹ ڈالے جائیں گے ان میں ووٹ وہ شہادت ہے جو دراصل تین شہادتوں کا مجموعہ ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے۔

1- آج جو ووٹ ڈالے جائیں گے دراصل اسلامی حکومت چلانے کے اہل حضرات کا انتخاب ہوگا اور اسلام میں انسان کیلئے حکمرانی کا کام انسان کے مقصد تخلیق کے منافی ہے کیونکہ اسلام یہ بتاتا ہے کہ خالق نے جب انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت کی موجود مخلوق کو انسان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا کہ

انی جاعل فی الارض خلیفه یعنی میں کرہ ارض پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں اور خلیفہ وہ ہوتا ہے جس کی ڈیوٹی صرف یہ ہوتی ہے کہ اصل حکمران کے قانون کو اپنی ذات پر اور اس کی رعایا پر نافذ کرے۔ اصل حکمران تو خود خالق ہے۔

ترجمانِ حقیقت نے اس کو شعر کی زبان میں یوں کہا ہے کہ :-

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمران ہے اک وہی باقی بتان آذری

اس لئے یوں سمجھئے کہ آج ایسے کامل انسانوں کا انتخاب ہوگا جو خالق کی خلافت کی صلاحیت رکھتے ہونگے۔ اور یہ اظہار رائے کرنے والے کروڑوں پورے ملک کی کل آبادی نہیں بلکہ یہ کل آبادی میں سے صرف اہل الرائے حضرات ہیں۔اس لئے ہر ووٹر ووٹ دیتے وقت یہ کہہ رہا ہوگا کہ

1- میں شہادت دیتا ہوں کہ اسلام نے خلیفہ کیلئے جو علمی اور عملی اوصاف مقرر فرمائے ہیں میں ان سے بخوبی واقف ہوں۔

2- میں شہادت دیتا ہوں کہ اس حلقے میں جتنے امیدوار کھڑے ہوئے ہیں میں نے ان کی علمی اور عملی زندگی کو تنقیدی نگاہ سے پرکھ کر دیکھا ہے کہ کس میں اسلام کے مقرر کردہ اوصاف کس حد تک پائے جاتے ہیں

3- میں شہادت دیتا ہوں کہ اسلام کے مقرر کردہ اوصاف اس امیدوار میں باقی سب کے مقابلے میں زیادہ پائے جاتے ہیں لہٰذا میں اس کے حق میں ووٹ دیتا ہوں پس معلوم ہوا کہ ہر ووٹ دراصل ان تین شہادتوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

اب ذرا ان تینوں شہادتوں کا بغور جائزہ لیکر دیکھئے اور انصاف سے فیصلہ کیجئے کہ کیا ایک فی ہزار چھوڑ ایک فی لاکھ ووٹر بھی ایسا مل سکتا ہے جس نے یہ تینوں شہادتیں سچی دی ہوں ظاہر ہے کہ ایسے ووٹر مشکل سے ہی ملیں گے پھر نتیجہ کیا نکلا کہ آج کروڑوں اہل الرائے مسلمانوں نے بڑے اہتمام سے جھوٹی شہادت دی۔ اس لئے آج کے دن کو اگر قومی دروغگوئی کا دن کہیں تو یہ اس کی صحیح ترجمانی ہے اب اس قومی جھوٹ کی بنیاد پر جو حکومت بنے گی وہ کیا گل کھلائے گی؟ یہ مستقبل ہی بتائے گا۔ مدت ہوگئی ترجمان حقیقت تو برملا کہہ گیا ہے کہ۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دوصد خر فکر انسانے نمی آید

اس حوالے سے دیکھا جائے تو پورے ملک کے منتخب نمائندوں کی اسلام سے وابستگی کا آئینہ یوں ہے۔

1-قومی اسمبلی	متحدہ	باقی	تناسب
269	45	224	5.1
2-سندھ			
130	10	120	2.1
3-بلوچستان			
40	13	27	2.1
4-سرحد			
99	47	52	تقریباً برابر
5-پنجاب			
287	7	280	40.1

ملکی سطح پر:-
اگر انتخاب کرنیوالوں کی تعداد سے شمار کیا جائے تو ممکن ہے یہ تناسب کئی گنا بڑھ جائے۔

یعنی صوبائی سطح پر اسلام ناپسندی میں پنجاب اول نمبر پر ہے اور لطف یہ کہ سب سے زیادہ پیر اور مشائخ پنجاب میں ہی ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

پستیاں اور بلندیاں

جاوید چودھری

پہلا پتھر سات سال کے بچے نے مارا، جونہی ٹینک وہاں پہنچا جہاں تین سڑکیں ملتی ہیں یہ بچہ گلی سے نکلا، ٹینک کے سامنے کھڑا ہوا اور پتھر پھینک کر دوسری طرف نکل گیا۔ ٹینک کے گھومتے سر سے رائفل کی نلی نکلی لیکن فائر سے پہلے بچہ غائب ہو چکا تھا۔ نلی گھوی مگر اس وقت تک ٹینک پر پتھروں کی بارش شروع ہو چکی تھی۔ سینکڑوں بچے گلیوں سے نکلتے، ٹینک پر پتھر پھینکتے اور بھاگ کھڑے ہوتے۔ یہ کھیل گھنٹوں جاری رہا مگر رکئے یہ کھیل تو 1948ء سے بیت المقدس، غزہ مغربی کنارے اور رملہ کی گلیوں میں کھیلا جا رہا ہے۔ کتنی ہی نسلیں پتھروں سے ٹینکوں اور غلیلوں سے توپوں کا مقابلہ کرتے کرتے آسودہ خاک ہوئیں اور اس خاک سے ابابیلوں کے کتنے ہی لشکر نکلے۔ وہ لشکر جو اپنی چونچوں میں کنکریاں بھر کر لوہے کے ہاتھیوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ بچوں کا لشکر تھا، نہتے نوجوانوں، معذور جوانوں، بے بس عورتوں اور بیمار بوڑھوں کی فوج تھی جس کے پاس اپنے دفاع کیلئے پتھر اور دعاؤں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ لیکن اس بیمار، بے بس، بے کس فوج نے دنیا کے تمام فرعونوں کو بے بس کر دیا۔ وہاں مقبوضہ بیت المقدس کی ناہموار وادیوں میں امریکہ ہو، اسرائیل ہو یا یہودیوں کے یورپی حلیف سب 58 برس سے ناک رگڑ رہے ہیں۔ ہاتھی انسانوں کو تو کچل سکتے ہیں لیکن جذبوں کو نہیں روند سکتے۔

اب آیئے کشمیر کی طرف پوری وادی میں صرف دو ہزار مجاہدین ہیں۔ ان مجاہدین کو دنیا کے کسی کونے سے سپورٹ نہیں، ان کے پاس اسلحہ ہے نہ راشن، گرم کپڑے ہیں اور نہ جوتے، ان نوجوانوں نے بھارت کی سات لاکھ فوج کو کان پکڑا رکھے ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور پانچویں بڑی فوج ان دو ہزار نوجوانوں کے سامنے بے بس ہے۔ عالم یہ ہے کہ بھارت 15 ارب 3 سو 51 ملین ڈالر دفاعی بجٹ اور 13 لاکھ فوج کے باوجود پاکستان کی ''مدد'' کے بغیر کشمیر میں الیکشن نہیں کرا سکتا۔ چیچنیا کی مثال لیں، چند مٹھی بھر لوگ ہیں جن کے پاس بارود ہے، گولیاں ہیں، گولے ہیں اور نہ ہی توپیں لیکن انہوں نے پچھلے دس گیارہ برس سے روس جیسی سپر طاقت کو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ رکھا ہے۔ اسے بھی جانے دیجئے آپ اسامہ بن لادن جیسے کمزور، بیمار اور بوڑھے شخص کو دیکھئے یہ شخص کسی سلطنت کا بادشاہ ہے، اس کے پاس کوئی فوج ہے اور نہ ہی میزائل لیکن امریکہ جیسی طاقت اس سے ایسے ڈرتی ہے جیسے چیونٹی بارش سے، آج بھی ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کی تباہی اس شخص سے منسوب کی جاتی ہے جس کے دونوں گردے ناکارہ ہیں اور جس نے زندگی کا بہترین حصہ ویرانوں اور غاروں میں گزار دیا۔ طالبان کو لیجئے، ان غریبوں کے پاس کیا تھا، رائفل تھی تو گولی نہیں تھی، قمیض تھی تو اس رنگ کی شلوار نہیں تھی، وہ بارودی سرنگیں صاف کرنیوالے کارکنوں کے جوتے پہنتے اور لوہے کی فوجی ٹوپی میں کھانا پکاتے تھے لیکن ان بوریا نشینوں نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان طالبان کو ماضی کا حصہ ہوئے دس مہینے گزر چکے ہیں لیکن آج بھی امریکیوں کی آنکھوں سے نیند غائب ہے، ڈک چینی دس اور گیارہ ستمبر کی درمیانی رات خفیہ مقام پر گزارتا ہے۔

اب آتے ہیں اصل موضوع کی طرف! ذرا سوچئے یہ چند ہزار نہتے بے سروسامان اور بے آسرا لوگ پوری دنیا کو جڑوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے ہلا سکتے ہیں تو 61 اسلامی ممالک کے ایک ارب 40 کروڑ 31 لاکھ 51 ہزار مسلمان کتنی بڑی طاقت ہیں اور مسلمان بھی وہ جن کے پاس 3 کروڑ 48 لاکھ 19 ہزر 7 سو 90 کلومیٹر رقبہ اور 66 لاکھ 76 ہزار 5 سو 60 ٹرینڈ فوجی ہیں اور جو ہر سال دفاع پر 76 ارب 9 سو 50 ملین ڈالر خرچ کرتے ہیں، جن کے پاس ایٹم بم ہے، میزائل ہیں، جہاز اور توپیں ہیں۔ خدا کی پناہ، ذرا سوچئے یہ آذربائیجان، آیوری کوسٹ، افغانستان، البانیہ، الجزائر، انڈونیشیا، ایتھوپیا، ایران، بحرین، برکینا فاسو، برونائی، بنگلہ دیش، بوسنیا، بینن، پاکستان، اردن، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، ترکی، تنزانیہ، تیونس، ٹوگو، جبوتی، چاڈ، سعودیہ، سری نام، سوڈان، سیرالیون، سینی گال، شام، صومالیہ، عراق، عمان، فلسطین، قازقستان، قطر، کرغیزستان، کمورو، کویت، کیمرون، گنی، گنی بساؤ، گیانا، گیبون، کیمبیا، لبنان، لیبیا، ماریطانیہ، مالدیپ، مالی، امارات، مراکش، مصر، ملائشیا، موزمبیق، نائیجر، نائیجریا، وسطی افریقہ، یمن اور یوگنڈا۔ یہ 61 ممالک کس بلا کس طوفان، کس طاقت کا نام ہے۔ صرف سعودی عرب اپنی فوج پر سالانہ 21 ارب 8 سو 76 ملین ڈالر خرچ کرتا ہے۔ ترکی کا دفاعی بجٹ سوا دس ارب ہے۔ ایران دفاع پر پونے چھ ارب، پاکستان ساڑھے تین، کویت سوا تین، ایتھوپیا سوا تین، الجیریا تین، مصر پونے تین، عراق، مراکش، عمان اور قطر دو دو ارب ڈالر خرچ کرتے ہیں لیکن ایک ارب 40 کروڑ 31 لاکھ 51 ہزار مسلمان اور 66 لاکھ، 76 ہزار 5 سو 60 مسلم فوجی عراق کو نہیں بچا سکتے۔ یہ لوگ، یہ ڈیڑھ ارب لوگ امریکہ کو للکار کر یہ تک نہیں کہہ سکتے "بس جناب بس، آج کے بعد آپ نے کسی مسلم ملک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو پوری دنیا سری نگر بن جائے گی، اس دنیا کی ہر گلی رملہ اور ہر پہاڑ چیچنیا ہوگا، امریکیوں کو چھپنے کیلئے امریکہ میں جگہ نہیں ملے گی"۔

یہ عجیب بات نہیں کہ لڑنے پر آئے

تو سات سال کا بچہ ہاتھ میں پتھر لے کر ٹینک کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور بے شرمی پر اترے تو 67 لاکھ ٹرینڈ آرمی چپ چاپ موت کو عراق کی طرف بڑھتے دیکھتی رہتی ہے۔ یہ عجیب تضاد نہیں؟ ایک ہی قوم لیکن دو ردِعمل۔ اب ذرا آگے بڑھ کر اپنی اخلاقی بدحالی بھی دیکھئے، اپنی پست ہمتی بھی ملاحظہ کیجئے۔ آج کوئی اسلامی ملک کسی عیسائی ملک پر حملہ کر دے تو پورا امریکہ پورا یورپ دو گھنٹے میں اسلامی ملک کو صفحہ ہستی سے مٹا دے گا لیکن امریکہ ایک ایک کر کے تمام اسلامی ممالک کو تورا بورا بناتا جا رہا ہے اور عالم اسلام چپ چاپ تماشہ دیکھ رہا ہے۔ یہ کیا ہے، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے کہ ایمان قائم ہو تو اللہ کا ایک بندہ پوری دنیا کیلئے کافی ہوتا ہے لیکن ایمان میں دراڑیں آجائیں تو 66 لاکھ، 76 ہزار، 560 فوجی اور 76 ارب 9 سو 50 ملین ڈالر کے فوجی بجٹ میں بھی ظالم کو منہ پر ظالم کہنے کی ہمت نہیں ہوتی، افسوس سات سال کا وہ بچہ 61 اسلامی ممالک کے ایک ارب چالیس کروڑ لوگوں سے زیادہ مرد، زیادہ باایمان نکلا جو جانتا تھا کہ پتھروں سے ٹینک نہیں ٹوٹا کرتے لیکن پھر بھی وہ میرے نبی ﷺ کی سنت نبھاتا رہا، اللہ کے حکم پر عمل کرتا رہا۔

رمضان المبارک

خوشا آمد ماہِ رمضان
میرے رب کا تو ہے مہمان
تیری ہے یہ کتنی عظمت
ہوا نازل تجھ میں قرآں
برسے پہلے عشرے میں ہی
رحمتِ باری کا باراں
ہو گا بخشش کا سبھی کی
وسطی عشرے ہی میں ساماں
نارِ دوزخ سے بچا کے
تیسرا عشرہ ہو نازاں
تو نفاذِ دیں کی خاطر
کر اویسی جان قرباں

عبدالرزاق اویسی۔ ٹوبہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

Loyalty

Address of the Shaikh At Dar ul-Irfan Munarah on 12 July 2002

(Translated by Dr. A.S. Qureshi)

Honourable audience, appointment of the Holy Prophet (SAWS) encompasses innumerable blessings within itself. According to the Holy Quran, It is the greatest favour of **Allah,** far above the scope of human intellect and understanding. This world is not a place, worthy enough, to house a personality of the status and position as the Holy Prophet (SAWS). Subtle Divine Wisdom Selected the Holy Prophet (SAWS) as the means to communicate with **His** creation. Although all Prophets were sent to convey **Allah**,s Message to **His** Slaves, each of them was sent to a particular nation for a specific period of time. It is a unique incident of human history that a single Prophet is appointed for the whole humanity for all times to come and he communicates **Allah**'s Message to every member of the human race around the globe. This is the singular status of the Holy Prophet Muhammad-SAWS. Apoet has beautifully summarised this:

None compares wit your greatness, after Allah,
Shortest chapter inscribed in the book of greatness!

After Almighty Allah, All greatness, eminence, glory, virtue and qualities are gathered in one person – the Holy Prophet Muhammad-SAWS. It is mentioned in a Divine Hadith and in numerous other Ahadith that, in the sight of **Allah**, this world does not weigh as much as the wing of a gnat. This world is indeed very beautiful and absorbing. The life is adorned with innumerable attractions such as power, position and wealth, but this all has much lesser value before **Allah** than the wing of a gnat. The status of Prophethood is so exalted in the sight of **Allah** That we cannot comprehend. Then, what is the job of a personality, who is the greatest after Allah, is the source of Divine Mercy for the whole universe, the Mercy Personified, in a place and enviromment like this?

Ideal Muslims of Qur-an, the slaves of **Allah**, about whom **Allah** feels pround **Himself**, were those who withstood every trial in the thirteen years of Makkan life and proved themselves worthy of their companionship with the Holy Prophet-SAWS. They sacrificed their homes, wealth, property, fame, honour, relationships, actually everything and came to be known as **Emigrants**. The ones who , in a state of nothingness, stood in ranks and columns in front of an overwhelming army in Badar, and about whom the Holy Prophet-SAWS expressed. "O **Allah!** I have brought the entire Islam here today."

Islam is an ideology. It is a feeling. It is the relationship of a human with the Lord. It is a unique distinction of the Companions that their personalities achieved the status of an ideology. This Excellence was confirmed be the Holy Prophet-SAWS When he exclaimed, **"O Allah!** I have brought the whole Islam here today. If they are slain here, no forehead shall ever bow before You." Islam of the Companions of Badar, outweighs the combined Islam of all other Companions, Taba, in, Taba Taba, In and the saints coming till the last day. It is because the remaining Muslims all together might possess whole Islam, while the 313 'Companions of Badar' were the whole Islam in themselves.

Allah Cautions the Companions, with some of the 313 also present in the audience: *"Do not raise your voices above the voice of the prophet."* Do not raise your voices in the presence of the Holy Prophet-SAWS and do not raise your voices above his –SAWS Voice. If that Happens, "all your good deeds would be lost." I do not require your Hijra, I have no concern with your Shahadah, I do not care about your worship and effort. If your voices get louder in the audience of My prophet-SAWS all of your good deeds would be wasted, "and you won't even know." (49:1)

Scholars have interpreted the phrase *'and you won't even know'* in two ways. If it is related to 'the loss of good deeds' , it would mean" 'all your good deeds would be lost and you won't even know' , and if it is related to 'the raising of voices' , it would mean: 'if you raise your voices even unknowingly, all your good deeds would be lost'. 'Raising the voice' does not denote its literal meaning only. It has another meaning that is known as 'remote meaning'. Each word, sentence and phrase has two meanings, one is called its apparent, imminent or near meaning' while the other is known as its remote meaning.' Remote meaning denotes the consequential action. Some one is told to drink water. Its imminent meaning is that he picks up the glass and drinks water; while its remote meaning is that he acted on the instruction to drink water. All Divine Attributes mentioned in the Holy Qur-an denote their remote meanings. '**Allah**'s Hand is on their hands'. The word ' hand' has been used for a human being as well as for almighty **Allah.** For a human' it would denote its imminent meaning i.e. the physical hand, but in the case of **Allah**, Who is above any concept of body or form, it would represent its remote meaning. If you Place your hand on someone's hand, what would that symbolise? It would depict that you are with him and would protect him. It would similarly mean that Allah's Help' kindness and Protection are with him.

The remote meaning of this instruction is that 'no beliver can ever dare to disobey any order of the Holy Prophet-SAWS,. If someone issues an instruction Against the instruction of the Holy Prophet-SAWS, he would have touched the remote meaning of this phrase. He would deem to have 'Raised his voice above the voice

www.naqshbandiaowaisiah.com

of the Holy Prophet-SAWS,. No good deed of such a person would be acceptable to **Allah.**

Allah has set the system for this world. This earth becomes the permanent abode of every one that inhabits it, till Qiyamah. It houses Barzakh as well as the Iliyyin and sijjin. This earth is a line, a divider. Iliyin starts from above its surface till the 'Arsh. People who have attained to salvation in Barzakh reside here according to their position and status. Sijjin starts from below its surface till Tahat ath- Thra (the Lowest Pit). Every disobedient, disbeliver is interned here according to his level. This system is running in Parallel with the apparent worldly system and is much stronger. You can analyse the lives of two persons. The first, who spends his life in Allah's obedience, may apparently be poor, toiling his way up the difficult path of life, but his heart would be at peace. It is because the reflection of Illiyin keeps his heart in peace and bliss. There would, however, be no peace in the heart of a disbeliver or a delinquent. He may be a ruler or an affluent person but his heart would never feel any peace. He would remain restless, upset and worried. Why? It is because the wrath being prepared for him in Sijjin, as recompense of his crimes, keeps casting its dreadful shadows on him.

This world is under the influence of another world. This world hides ugliness under its beauty, Its pleasures are followed by unbearble pains, its weath is accopanied by ailments, it produces innumerble foes for the one that sits on the thorns, and its every flower is escorted by countles thorns. Such a world was never worthy to be inhabited by the Holy Prophet-SAWS Once he has arrived here, then, in accordance with Divine Sunnah, this world is going to be his abode till Qiyamah. But for that, Allah took a piece from Jannat al- Firdaus and planted it in this world.

From my apartment to my pulpit is a piece from the Jannah" , (or as the Holy Prophet-SAWS may have said).

The piece of Jannah on this earth extends for the Rauza-e Athar to Riaz al- Jannah. In the earlier times there was no electricity and no fans or air conditioners. Our own friends travelled from Jeddah to Makkah and onwards to Madinah by camel caravans because there were no vehicles in Arabia. Even during those times when there were no fans or air conditioners, one could feel whiffs of air passing through and touching those sitting in Riaz al- Jannah. Even today when you sit in Riaz Al-Jannah, you would notice two things. First, no outside noise is audible in Riaz al jannah, Rather the whole Masjid-e- Nabvi. During the recent extension of the Mosque the whole city resounded with the noise of construction work and machines. Howerver, when you entered the Mosque you felt as if you had stepped in a different world. You heard no noise and instead experienced total calm and peace. Second, you would notice that the aire in Riaz al- Jannah is not from the air

www.naqshbandiaowaisiah.com

conditioners. It has a significantly different fragrance and feel. It is because Jannah does not require the air from this world. It has its own air, its own lights and its own unique feel.What did that personality, for whom **Allah** sent down a piece of Jannah on this earth, have to do in this world? There was only one task: fulfilment of the prophetic mission.

The Holy Prophet-SAWS was performing The Last Pilgrimage when these Ayat were revealed in 'Arafat:

Today I have perfected your religion for you and have completed My favours upon you and have preferred Islam as your Deen(5:3)

This revelation stirred unparalleled happiness within the Companions. They had remained anxious during all twently- three years of Quranic Revelation. They had Anxiously waited for new Commandments, awaited approval of their conduct and apprehended Divine Rebuttal. And here was the day to celebrate the complection of Deen. They congratulated each other and said, "Let's find Abu Bakr. He deserves the most felicitations. He is 'Companion of the Cave'." They found him in his tent, facing a corner and crying. They said, "We had come to congratulate you. The Ayah signifying the perfection of Deen and completion of **Allah**'s Favours has been revealed." He said, " This Makes me Happy too, but the thought that grieves me is that, when the task has been completed, the Holy Prophet -SAWS is not going to remain in this world any more. This world is not worthy that he should grace it with his blessed presence after the fulfilment of this mission." And that is what exactly happended! The Holy Prophet-SAWS left this world after only eighty- three days.

Firs part of the mission for which the Holy Prophet-SAWS had come here is: Recites **His** Verses unto them. 'Convey My Message to My slaves. Not every one has the capacity to talk to Me. Not every chest has a heart to listen to Me. Not every heart has the capacity to know Me. Therefore, go O My beloved Prophet-SAWS and convey May Message to My Slaves. Then, Polish the hearts of those who accept, Purify them and grant them the ability to comprehend My Message and teach tem The Book. They may be able to read the text, but instil in them the wisdom to discern the actual meanings, the real Divine Will represented by words of the Book.

We are those unlucky ones who have fourteen hundred years between the Holy Prophet-SAWS and us. A long distance of fourteen centuries has come between us. The attributes of honesty and trust, capacity and ability, and piety and purity diminish gradually as moments recede from the time of the Holy Prophet-SAWS. As you move away from light, objects appear dimmer and shadows grow darker. The source of light, the sun is the Holy Prophet Muhammad-SAWS. The Quran has called him 'the Bright Lamp' ,the sun that distributes light. Farther you move

www.naqshbandiaowaisiah.com

away from the sun, the darker it would become, Let's say you enter a closed room and inwards to the second and then to the third, and if each room measure a hundred years, we are in the fifteenth room. This room has no other skylight, window, door or exit. Inside it is darkness shrouded by numerous folds of darkness. We are fifteen centuries away from the Sun of Prophethood, whose single ray illuminated the hearts and raised people to the status of Companionship. **Allah** didn't raise a new Prophet or Messenger, nor did **He** light Yet another Lamp. **He** created many moons and stars to orbit around the sun and reflect his light to illuminate the world. Does it become totally dark in Polar Regions, where the sun sets for six months and the night takes over? Of course not! It is like twilight. Stars shine to show ways to the wayfarers. Stars don't have their own light, nor does the moon shed its own. They borrow it from the sun. Similarly, **Allah** gathered many hearts around this sun, like moons and stars, to reflect his light onto mankind coming centuries later. They are the ones whose hearts are illuminated by Prophetic light. How lucky are they, whose lives were spent in acquisition of these blessings. And whom **Allah** appointed as the source of guidance for others.

May Allah ever raise the status of Hadhrat Ji (RUA) and shower infinite Mercy on his grave! He belonged to a small, remote, undeveloped village, devoid of worldly resources, but his heart acquired light, so intense, that he illuminated hearts from one corner of the globe to the other. We have read the incidents of many Aulia. Reading about them accords new freshness and appears to water the plantlet of **Allah**'s Name in the heart. If **Allah** grants spiritual insight to some one, he would see that there are not as many stars in the sky. As the Aulia resting in their graves, since the 'Best Era' till the time of Hadhrat Ji-RUA. Separate lights ascend from each of their locations and each heart transmits different feelings. Many of them have reached ' Alam- e Amr. There is however, something special to note. Every Muslim who came to the companions became a T'abi Similarly, any one who attended the company of Taba' in became a Taba' T'abi. But not everyone who visited the Taba, Taba, in could become a Wali. Since then, till the time of Hadhrat Ji –RUA this has been a common characteristic of all Aulia that, they took thousands of seekers in their Silsilah, reformed their beliefs and conduct. Taught them Oral Zikr but didn't illuminate the heart of every seeker who came to them. Probably, out of five hundred thousand students, thy taught Zikr-e Qalbi only to selected five. It is really difficult to inspire sublime feelings in the heart. There are two reasons, as mentioned in the duties of Prophethood. First, It should be taught to learn Allah's Name. Second' Knowledge of the Book and wisdom be infused into it. After Taba' in' there is only one name' that of Hadhrat Ji RUA' who illuminated the Qalb of every seeker who came to him. His company lit the heart of one and all. Whether he was rich or poor, Young or old, male or female, scholar

www.naqshbandiaowaisiah.com

or illiterate. After crossing fourteen dark rooms of hundred years each. When we entered the fifteenth, **Allah** raised for us a bright moon, again.

What is Islam, what is Deen and what is the reality and quintessence of Deen? We consider our body a wonder of creation and think that our brain is even a greater marvel. In my opinion, however brain his more like a secretariat, an office that stores files, receives instructions and acts to ensure their compliance. Decisions however, come from someone else; they come from the heart. This hearts is not the pumping machine of the body, but deep down, inside its core, there is yet another subtle heart – the Qalb. It is this house where desires are born, ambitions are nurtured, and the decisions of love and hate are made. This tiny Qalb is the core of human body. Similarly the whole Deen contains its essence in just a small feeling- loyalty. Islam is the name of loyalty and loyalty alone. A Mujahid wages Jihad and sacrifices his life. Why has **Allah** called him a 'shaheed', which means a witness? It is because he established his loyalty by sacrificing his life. He stood by his conviction even when his chest was slit or his body was blown to pieces. **Allah** says he stood witness to My Prophet-SAWS and established his loyalty by sacrificing his life What should then be the level of loyalty with a personality, for whom **Allah** sent down a piece of Jannah, because this world wasn't worth this residence?

When we talk of loyalty.....A Persian poet has composed a sonnet, which says that once Majnoon (Qais Najdi) caught hold of a passing – by dog and started kissing its feet. People said, "We have seen many crazy people, but this act is beyond all limits of madness. After all, what is the sense of kissing a dog's feet?" He replied, "I have seen it occasionally passing through Laila's street."

Loyalty is a continuous, on- going, never – ending act. We are loyal to anyone who is loyal to the Holy Prophet-SAWS. We kiss the footprints of the one who has passed through that street. We would sacrifice ourselves for the one who conveys his –SAWS message. We would serve the one who serves his-SAWS cause. Why? Because' we bear loyalty to the master-SAWS that he is serving. Majnoon didn't love that dog for sure,nor did he have anything to do with that street. Buthen, they both had a connection with Laila!

Islam is loyalty, pure. This is the only goal for which we all are striving by **Allah**'s Grace. We don't have any worth of our own. All that we have, belongs to someone else,we have only borrwed it. We are actually nothing. I for one, don't belong to this line. Neither was my father a scholar nor was my grandfather, and nor was any of them a saint. This just doesn't exit in our hierachy. We are agriculturists, if we become friends, we sacrifice ourselves and if we quarrel with some one, we would go to the other extreme. We had no concept of the finer human sentiments. We had never known the taste of love and the fragrance of loyalty. Our culture

created arrogant Pharaohs but no Musa. The Landlords who are sitting here know themselve and also their brethren that, theirs is the most egotistical sections of the society. It is not necessary that he should be a big landlord of a thousand squares; even a small landlored of a single acre is equally haughty. It is the nature of this profession that makes them callous. They only know how to slit the earth and would, with equal comfort, slash the chest of their adversaries. They belong to a different category of human beings, completely void of love, affection or loyalty. Their hard hearts never shed a tear. Once a fight took place in our nearby village. One brother was killed, the other arrived late. He took the sheet off his brother's face and swore at him loudly, "Why couldn't you wait for me? Why did you get killed alone? You should have waited; we would have fought together, killed the rivals, and if we had to die, we would have died together. You are such a foolish rascal…." Had he belonged to some other class, his heart would have softened and he would have cried, but this man was swearng at his dead brother and quarrelling with him. We belonged to this category of people. Then, who introduced our hearts to the pangs of love and welled our eyes up?

I think the one who did that accomplished an impossible task. How far removed were arrogant and illiterate people like us, from the book of **Allah** the mosque, the pulpit, and blessings of the Holy Prophet-SAWS. Someone recovered us from mountains. Forests and deserts. And ushered us into the honourable court that angels revere to enter.Now, what is left in our lives is, how much loyalty do we owe to **Him**? This is our Islam, our Deen, our workship and our obligation. With what degree of loyalty do we respond to the Infinite Grace that has flowed from **Him**? This is the whole religion and the goal of all effort and struggle. Whatever is happening in this world is by **His** Command alone. He may get sinful Muslims subdued by Kuffar. Whenever **He** desires, **He** may restore the Muslims to annihilate the adversaries. This won't be the first time: it has been happening since time immemorial by **His** Command. It is **He**, who commands the sun to shed light and the clouds to shed droplets. He grants the opportunity to live and my take it back whenever He desires. It is only the test of a man's loyalty; otherwise it is He' who is doing everything. When do the loyalties of M y slave side with his Nafs, when does he link them to the worldly pleasures, when does he switch them over to his vain desires, and who is the one to keep his loyalty pure for Me and My Beloved Propeht-SAWS? That is all! Keep looking for this feeling within yourselves and keep analysing it. Circumstance change, shapes modify and colours fade. If you place a beautifully painted object in the sun, it would lose its lustre after a couple of weeks. Its paint would also erode if it receives some rain. You would have to protect it from sun, rain and many other problems. You would similarly need to protect your loyalties.

This is a great favour of Allah that he granted us such a accomplished shaikh. I was amazed when I heard him the first time. He was sitting on the pulpit and saying, "If anybody wants to reach the court of the Holy Prophet-SAWS, he should come to me. Let him eat, sleep and remain comfortable; he would regularly do Allah's Zikr that I teach him, and it is may responsibility to arrange his Bai 'at at the blessed hands of the Holy Prophet-SAWS." My mouth hung open! What is this simple, coarsely clad villager of average height and features saying? At the maximum, he could be a religious teacher, a scholar or a dialectician; even then, this claim is too tall for him to make. But from somewhere witin myself, my heart testified that he was speaking the truth. It is just not possible for anyone to concoct a lie of that magnitude! Yes, people can make false promises of making someone a minister; even a prime minister or getting someone a house; but no one can tell the lie that, 'I would take you to the court of the Holy Prophet-SAWS,. This is nothing small. Hadhrat Ji-RUA had said it in routine. The intense simplicity and truth of this small sentence seized me forever, and by **Allah**'s Grace, the whole life has passed in this captivity. It is only by His Grace; otherwise, I wasn't like that. I never went to hear religious scholars. I had gone to this gathering to support the sunnis, because it was a religious dialogue and there was a possibility of clash. We had not even known who were sunnis and shi ' ahs. We knew only that we belong to the Sunni group and were determined to settle the scores with any shi ' ah who tried to create trouble. We had not known the difference between the two religions. We had no concern with it. But that small sentence captured my whole life, and I pray to Allah, never to set me free from this prison even if may life is increased by a million times. May I die on this and then rise in my shaikh's feet on the Day of Resurrection. Loyalty is the real essence of Tasawwuf, Wilayah and Nearness. Of course, everyone would manifest his loyalty according to his capacity, but loyal he must remain! If loyalty starts waning, worships become lifeless, real spirit of relationship with Allah departs and the Barakah flowing from the Holy Prophet-SAWS are blocked. Everyone can judge himself. We keep giving judgements about other, but first of all, we should pass judgement on ourselves. There is Someone Else to judge other; that is none of our business. There is a system of accountability in worldly affairs and only appointed people should be concerned with it. If they lapse, they would also be asked by Someone. The inside of a person is well known by his Rabb and he would ultimately receive his result. We should rather look inwards, how many weaknesses do I posses and what is the level of my loyalty. Seek **Allah**'s Help to rectify your weaknesses, and seek **His** Help to increase your loyalty. May **Allah** overlook our weaknesses and generate abounding loyalty in us.

www.naqshbandiaowaisiah.com

مراسلات

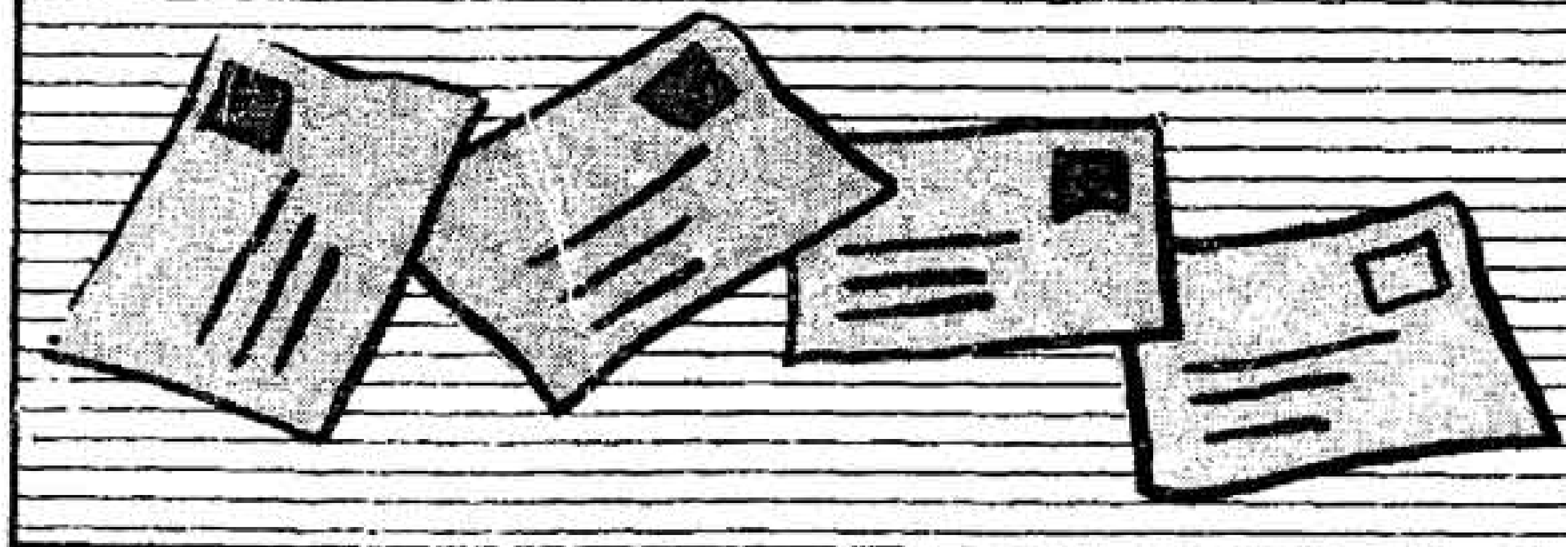

o جناب ریاست علی نے کھنڈو والی سے شکایت بھیجی ہے کہ انہیں ستمبر کے بعد والا شمارہ نہیں ملا ہے۔

☆ ریاست صاحب کو مطلع ہو کہ اکتوبر اور نومبر کا شمارہ خاص اجتماع نمبر کی وجہ سے اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اکتوبر میں علیحدہ کوئی شمارہ ایشو نہیں ہوا۔ امید ہے آپ کو اب تک اکتوبر/نومبر کا اجتماع نمبر مل چکا ہوگا براہ کرم مطلع فرمائیں۔

o بنت مولوی بشیر احمد نے اسلام آباد سے ایک مضمون ''عشق حقیقی کی طرف سفر'' بھیجا ہے۔

☆ بنت مولوی بشیر احمد نے اپنے مضمون میں ڈائجسٹوں میں شائع ہونے والی لغو کہانیوں کی مذمت کی ہے اور غفلت چھوڑ کر عشقِ الٰہی اپنانے پر زور دیا ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون کا اختتام اس شعر پر کیا ہے کہ :-

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

o صادق ظفر حقانی نے چوبرجی لاہور سے ایک نظم بھیجی ہے۔ دو اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

چاہنے والے تیرے اور معتقد تیرے سبھی
تجھ پہ قربان و فدا امیر اکرم اعوان
اور الاخوان بھی معروف سا اِک نام ہے
رہنما مشہور ہیں جس کے امیر اکرم اعوان

o ساجد محمود صاحب نے جہلم سے المرشد کیلئے ایک مضمون ''خلیفۃ المسلمین'' بھجوایا ہے

☆ اپنے مضمون میں انہوں نے خلیفہ کے لئے کچھ شرائط کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی روشنی میں امیر منتخب کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

☆ درج ذیل دو ساتھیوں نے اکتوبر/نومبر کا شمارہ نہ ملنے کی شکایت کی ہے۔

o درخواست ہے کہ رسالہ نہ ملنے یا دیر سے ملنے کی صورت میں لاہور آفس سے رجوع فرمایا کریں۔ بحر حال ان کی شکایت ہم نے شائع کر دی ہے۔ امید ہے لاہور آفس اس پر ایکشن لے گا۔

1- محمد ابراہیم، P.O بلاک 8/F
G.8/4،
اسلام آباد۔

2- محمد بخش اویسی کوارٹر ۸ نمبر 16/4
شاہین کیمپ، پشاور کینٹ۔

3- پروفیسر علی صفدر ملک صاحب نے المرشد اکتوبر/نومبر کو سراہا ہے اور اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ حضرت العلام استاد محترم اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ پر بھی ایک شمارہ نکالیں تاکہ پرانی یادیں تازہ ہوں۔ پروفیسر صاحب نے کچھ فوتیدگیوں کی اطلاع بھی دی ہے جسے علیحدہ سے شائع کیا جارہا ہے۔

4- سیالکوٹ کے ایک ساتھی نے المرشد میں ''ضرورت رشتہ'' کے سلسلہ کو بہت سراہا ہے وہ اپنی دو بیٹیوں کے لئے اچھے رشتوں کے متلاشی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے بہتر اسباب پیدا فرمائے۔

دعائے مغفرت

فیصل آباد کے ڈاکٹر عبدالعزیز کے سسُر محمد علی احرام قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں' ساتھیوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کامرہ کلاں کے پرانے ساتھی ملک حق نواز صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں، ساتھیوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کامرہ کلاں کے ساتھی حاجی محمد یونس کی ہمشیرہ صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں ساتھیوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اٹک کے ساتھی ملک امیر حیدر کی بھانجی قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں، ساتھیوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اٹک کے ساتھی استاد عبدالرحیم کے سسُر قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں، ساتھیوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تلہ گنگ کے پرانے ساتھی حاجی ملک محمد حسین قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ساتھیوں سے ان کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اٹک کے پرانے ساتھی ملک حق نواز قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں، ساتھیوں سے ان کی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔